محرم الحرام ۱۴۳۳ھ بمطابق دسمبر 2011ء

www.milliafsd.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ

اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ

ترجمہ: تحقیق تعداد مہینوں کی نزدیک اللہ کے بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں

مُحَرَّم صَفَر رَبِیعُ الاَوَّل رَبِیعُ الثَّانِی جُمَادَی الاُولٰی جُمَادَی الثَّانِی رَجَب شَعْبَان رَمَضَان شَوَّال ذُوالقَعْدَہ ذُوالحِجَّۃ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

ابن الحسن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

اُسوۂ شبیر رضی اللہ عنہ

گونج اُٹھے ارض و سما، نعرۂ تکبیر کے ساتھ

رَن میں نکلا کوئی سونتی ہوئی شمشیر کے ساتھ

ایک بجلی سی چمکتی ہے پسِ پردۂ ابر

ایک ظلمت سی اُلجھنے کو ہے تنویر کے ساتھ

ہر قدم اُٹھتا ہے اِسلام کی عظمت کے لیے

دَم بدم بڑھتا ہے اللہ کی تکبیر کے ساتھ

یہ تو پھر خونِ جگر گوشۂ پیغمبرؐ ہے

عرش ہِل جاتا ہے اِک آہ کی تاثیر کے ساتھ

خاک اور خون میں لتھڑے ہوئے جانبازوں سے

پیش آتی ہے مشیّت بڑی توقیر کے ساتھ

اپنے اللہ کا صد شکر ادا کرتا ہوں

جس نے وابستہ کیا دامنِ شبیرؓ کے ساتھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

جلد نمبر 8 محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
بمطابق
شمارہ نمبر 1 دسمبر 2011ء

فہرست مضامین

بیاد
حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی ؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری ؒ

بفیض
حضرت سید نفیس الحسینی
رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست
ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مدیر
حماد الرحمٰن لدھیانوی

نائب مدیر
جواد الرحمٰن لدھیانوی

فی شمارہ 25 روپے — پاکستان میں سالانہ 300 روپے
سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 45 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

جامعہ ملیہ اسلامیہ
محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد
041-8711569
0321-6611910

ناشر...... حبیب الرحمٰن لدھیانوی — مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد
Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

صحرائے عرب انقلابات کی زد میں

ابن الشہید حبیب الرحمن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی!

مصر کے صدر جمال ابن عبدالناصر مرحوم کا مشہور قول ہے کہ ”اگر سمندر میں دو مچھلیاں بھی آپس میں لڑ رہی ہوں تو یہ سمجھو کہ اس میں بھی امریکہ اور یورپ کی سازش کارفرما ہے“ آج کل صحرائے عرب و افریقہ میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ صحرائے عرب و افریقہ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے عالمی گماشتوں کی سازشوں کی زد میں ہے۔ ان علاقوں میں برطانیہ، یورپ اور بعد میں امریکہ بھرپور طریقہ سے دخل انداز ہیں۔ ترکی میں خلافت کے خاتمے کا مقصد ہی مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کرنا تھا۔ پہلے تو ان علاقوں میں عربی اور عجمی کی تفریق ڈالی گئی، پھر ان میں علاقائیت، اور قبائلیت کے جھگڑوں کو اُبھارا گیا۔ پھر انہی بنیادوں پر علاقوں کو تقسیم کر کے ان پر قبائلی سردار بادشاہ بنا کر بٹھا دیئے گئے۔ مگر ہوا یہ کہ انہی بادشاہوں کے انہی کی افواج نے تختے اُلٹ دیئے، اور ملکوں کا کنٹرول خود سنبھال لیا۔ انہی دنوں برطانوی ایمپائر کے سکڑنے کے بعد دنیا میں دو سپر طاقتیں سوویت یونین (روس) اور یونائیٹڈ سٹیٹ (امریکہ) اُبھر کر سامنے آئیں۔ ان میں وہ ممالک جو کہ شمالی افریقہ سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے اکثریت نے روس کے ساتھ اشتراک کر لیا۔ باقی عرب ممالک امریکہ کے تابع فرمان ہو گئے۔

تیونس، لیبیا، الجزائر، مراکش، مصر، یہ تمام کے تمام علاقے شمالی افریقہ کا حصہ ہیں۔ ایک کروڑ کی آبادی والا ملک ”تیونس“ شمالی افریقہ کا اہم ملک ہے اور اس کے ایک طرف لیبیا ہے تو دوسری طرف الجزائر، شمال میں بحیرہ روم، جس کے قریب جنوبی یورپ کا ساحل ہے، اٹلی کے اہم جزیرے سسلی اور کورسیکا تیونس کے قریب ترین پڑوسی ہیں، دوسری طرف لیبیا کی سرحدیں مصر سے ملتی ہیں۔ مگر اسلام کے آنے کے بعد ان کی زبان، ان کا لباس، ان کی تہذیب، ان کا تمدن، اسلام کے رنگ میں ایسا رنگا

گیا کہ یہ علاقے عملاً اور قولاً عرب کہلانے لگ گئے۔

اس علاقے میں انقلاب کی لہر ایک ایسے علاقے سے شروع کی گئی جو علاقہ انتظامی اعتبار سے زیادہ مضبوط نہ تھا۔ تیونس کو آزاد ہوئے دوسرے ملکوں کے اعتبار سے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اس ملک نے حبیب بورقیبہ کی قیادت میں 1963ء میں اٹلی سے آزادی حاصل کی۔ اس میں حبیب بورقیبہ کا ساتھ راشد الغنوشی نے دیا۔ بعد میں راشد الغنوشی کا حبیب بورقیبہ سے اختلاف ہوگیا، حبیب بورقیبہ نے غنوشی کو عمر قید کی سزا سنا کر جیل میں بند کر دیا۔ زین العابدین نے بورقیبہ کا تختہ اُلٹا اور اپنی حکومت بنا لی تو راشد الغنوشی کو رہا کر دیا۔ 1989ء میں زین العابدین نے تیونس میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ جس میں راشد الغنوشی کی جماعت نے ان انتخابات میں صرف 17 فیصد ووٹ حاصل کئے تھے تو امریکہ اور یورپ میں خطرے کی گھنٹیاں بج اُٹھیں۔ صدر زین العابدین کو 17 فیصد نتائج آنے کے بعد خطرہ محسوس ہوا، اس لئے راشد الغنوشی پر غداری کا مقدمہ بنا ڈالا، اور راشد الغنوشی لندن جلا وطن ہوگئے۔ زین العابدین کا تختہ عوامی تحریک نے الٹ دیا تو غنوشی دوبارہ وطن واپس آ گئے۔ انہوں نے اپنی جماعت ''النہضہ'' کو دوبارہ منظم کر کے الیکشن لڑا، اور پچاس فیصد سے زیادہ نشستوں پر کامیابی حاصل کر لی۔ اس وقت ان کی عمر ستر سال ہے، اور انہوں نے حکومت میں کوئی عہدہ لینے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

دوسرا انقلاب مصر میں آیا۔ یہاں پر حسنی مبارک گذشتہ تیس برس سے اقتدار پر فائز تھے۔ انہوں نے امریکہ اور اسرائیل کی خوشی کے لئے وہ کچھ کر ڈالا جس کا کوئی سوچ نہیں سکتا تھا۔ اس سے پہلے صدر انور السادات نے کیمپ ڈیوڈ میں امریکی صدر کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے مصر کو امریکی غلامی میں دے ڈالا، جس کی وجہ سے ان کے خلاف ردعمل ہوا، اور ان کو ایک فوجی تقریب میں بندوقوں سے بھون دیا گیا تھا، مگر حسنی مبارک نے اس سے سبق نہیں سیکھا اور اس کا ردعمل عوامی تحریک کی شکل میں سامنے آیا، جس کے نتیجہ میں وہ پابند سلاسل ہوگئے، اور آج عدالتوں کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

تیسرا انقلاب لیبیا میں آیا، یہ بہت ہی اہم انقلاب ہے، جس میں عوام کے پیچھے نیٹو کی افواج کا کرشمہ کارفرما ہے۔ اطالوی جغرافیہ دان فیڈریکو مینوٹلی نے 1903ء میں اپنی سیاحت کے دوران

’’شمال مغربی افریقہ‘‘ کے لئے پہلی بار’’لیبیا‘‘ کانام استعمال کیا،اور 1934ءمیں اطالوی سامراج نے طرابلس،ٹرپولیٹانیہ،سرینکا،بارکہ یا کیرینا کہ،اور فزان کے صوبوں کے ادغام پر مشتمل علاقے کے لئے اطالوی لفظ’’لیبیا‘‘ کانام پسند کرلیا۔شمالی مغربی افریقہ پر اطالوی قبضہ 1951ءمیں ختم ہوا۔وہاں پر سطلنت متحدہ لیبیا کےطور پرمتعارف ہوا۔1963ءمیں اس ملک کانام تبدیل کر کے صرف ’’سلطنت لیبیا‘‘ رکھ دیا گیا۔1969ءمیں کرنل معمر قذافی کے انقلاب کے بعداس ملک کانام’’جمہوریہ لیبیا‘‘ قرار پایا۔1977ءمیں یہ ملک اقوام متحدہ میں عربی میں الجماہیریۃ العربیۃ اللیبیۃ الشعبیۃ الاشتراکیہ،اور انگریزی میںJamahiry Socialist Peoples Libyan Arab کے سرکاری نام سے رجسٹرڈ کیا گیا،اور پھر اسی نام سے پکارا جانے لگا۔انقلابی کونسل اسے صرف لیبیا کے نام سے پکارتی۔البتہ اگست 2011ءمیں اسے’’جمہوریہ لیبیا‘‘ بھی کہا جانے لگا۔لیبیا میں قدرتی معدنی گیس اور معدنی تیل کے ذخائر 1969ء میں دریافت ہوئے اور 1980ءمیں فی کس آمدنی جنوبی کوریا جیسے ترقی یافتہ ممالک سے بھی زیادہ ہوگئی۔2009ءمیں لیبیا کا’’ایچ،ڈی،آئی‘‘پورے افریقہ میں سب سے زیادہ تھا۔فی کس آمدنی کے اعتبار سے دنیا میں دسویں نمبر پراور پیٹرولیم کی پیداوار کے اعتبار سے 17 نمبر پر تھا۔2003ءمیں معدنی تیل صاف کرنے کے کارخانے،ٹورازم یاسیاحت،اور رئیل اسٹیٹ کو نجی ملکیت قرار دیدیا گیا تھا۔اس میدان میں ایک سو نجی ادارے دن رات کام کررہے تھی۔ان میں سے 29ادارے بین الاقوامی سرمایہ کاروں کی ملکیت ہیں۔

یہاں پر پہلے زراعت اور پھرلوہے،فولاد،ایلومینیم،اور پیٹروکیمیکلز کی صنعتیں پوری توجہ کامرکز بنیں۔ارضیاتی ساخت اورشدید موسم کے سبب زراعتی شعبے میں مطلوبہ نتائج مرتب نہیں ہوسکتے تھے لہذا لیبیا اپنی غذائی ضروریات کا70فیصد بیرون ملک سے درآمد کرتا۔مگر صنعتی میدان میں لیبیا کی کامیابیاں دیدنی ہیں۔2006ءمیں لیبیا کے تمام ائرپورٹ بین الاقوامی میعار پر آناشروع ہوگئے۔تاکہ سیاحت کا شعبہ بھی وہ جادو جگا سکے جس کا خواب دیکھا جارہا تھا۔ان دنوں ہر سال ایک لاکھ تیس ہزار سیاح لیبیا کی سیر کے لئے آتے۔اور ماہرین آئندہ کے لئے ایک کروڑ افراد تک پہنچ جانے کی توقع کررہے تھے۔یہ تعداد آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔مگر لیبیا کی ترقی کا خواب مصراتہ کے صحرا کے وسط میں نامعلوم مقام پر دفن کردیا گیا۔اب لیبیا پر 29بین الاقوامی تجارتی اداروں کے حکمرانی ہوگی۔

کرنل قذافی ایک دلچسپ کردار کا نام ہے۔ یہ خیمے میں رہائش پذیر رہے، اونٹنی کا دودھ پیتے تھے، انہوں نے زنانہ گارڈ رکھی ہوئی تھی، ملک سے باہر جاتے تو بھی یہ لوازمات ساتھ ہوتے، چاہے وہ نیو یارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب کا موقع ہو یا فرانس کے سرکاری دورے پر ہوں۔ انہی باتوں کی وجہ سے وہ مشہور ہوئے۔ انہوں نے اپنے خیالات کو ایک کتاب کی شکل بھی دی جس کا نام انہوں نے "سبز کتاب" رکھا۔ اس کتاب کو انہوں نے لیبیا کی معاشرتی، سیاسی اور انفرادی زندگی حصہ بنا دیا تھا۔ اس کے باوجود کرنل قذافی لیبیا کے عوام کے لئے آئیڈیل حکمران تھے۔ لوگ 2011ء تک ان کا احترام کرتے رہے۔ اس کی وجہ وہ سہولتیں تھیں جو کرنل قذافی نے عوام کو دے رکھی تھیں۔ لیبیا دنیا کا واحد ملک تھا جس میں شہریوں کو ایک خاص مقدار میں بجلی مفت فراہم کی جاتی تھی، لیبیا میں عام شہریوں کو بلاسود قرضے دیئے جاتے تھے، کرنل قذافی تمام شہریوں کو اپنے ذاتی گھروں میں دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شہریوں کے لئے گھر بنانے کی بے شمار سکیمیں متعارف کرائیں۔ جبکہ ان کا اپنا خاندان خیموں میں رہتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ لیبیا کے تمام لوگ جب تک اپنے ذاتی گھر میں آباد نہیں ہو جاتے یہ اس وقت تک خیموں میں ہی رہیں گے۔ لیبیا کی حکومت نئے شادی شدہ جوڑوں کو مکان خریدنے اور اپنا گھر آباد کرنے کے لئے پچاس ہزار ڈالر دیتی تھی۔ پورے ملک میں یونیورسٹی لیول تک تعلیم اور ہر قسم کا ملکی اور غیر ملکی علاج مفت تھا۔ کرنل قذافی سے پہلے لیبیا میں شرح خواندگی پچیس فیصد تھی لیکن قذافی نے یہ شرح 83 فیصد تک پہنچا دی۔ ان کے دور میں پچیس فیصد طالبعلم یونیورسٹیوں کی ڈگریاں حاصل کر رہے تھے۔ یہ اپنے طالبعلموں کو تعلیم کے لئے بیرون ملک بھجواتے تھے اور اس کا سارا خرچ حکومت ادا کرتی۔ کسانوں کو مفت زمین، بیج، زرعی آلات اور جانور مفت دیئے جاتے۔ لیبیا میں پٹرول 14 پیسے فی لیٹر تھا، اور یہ خطہ عرب میں سب سے کم قیمت تھی۔ کرنل قذافی کے دور میں لیبیا کے فارن ایکسچینج ریزرو 150 ارب ڈالر تھے، اور دنیا کے کسی ملک اور کسی مالیاتی ادارے کا مقروض نہیں تھا۔ کرنل قذافی نے دنیا کا پہلا انسانی دریا بنوایا، یہ دریا 27 ارب ڈالر سے کھودا گیا، یہ انسانی ہاتھوں سے بننے والا پہلا دریا تھا۔ اس دریا کی وجہ سے صحرا کا ایک بہت بڑا حصہ قابل کاشت ہو گیا۔ قذافی نے بڑے بڑے شہروں کی آبی ضرورت پورے کرنے کے لئے سمندری پانی کو میٹھا بنانے کے لئے بڑے بڑے پلانٹ لگائے۔ قذافی نے تیل کی آمدنی کا ایک حصہ عام شہریوں کے لئے وقف کر رکھا

تھا،اور یہ حصہ خود کار نظام کے تحت تمام شہریوں کے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جاتا تھا۔اور لیبیا میں بے روزگاروں کو بے روزگاری الاؤنس بھی دیا جاتا تھا،جس سے درمیانے درجے کے گھرانے کے اخراجا با آسانی پورے ہو جاتے تھے۔لہٰذا کرنل قذافی کے ان اقدامات سے عوام خوشحال بھی تھے اوخوش بھی تھے۔اس کے باوجود وہ عوام کے غیض وغضب کا نشانہ بن گئے۔آخر کیوں؟

کرنل قذافی نے 1969ء میں شاہ ادریس کا تختہ اُلٹ کر اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ 1967ء میں جب مصر اور اسرائیل کے درمیان جنگ ہوئی تو مصر کو شکست ہوئی،اس شکست کی وجہ اس وقت لیبیا کے شاہ ادریس کا امریکی اتحادی ہونا تھا،اور امریکہ اسرائیل کی سرپرستی کر رہا تھا۔جبکہ مصر اور شام وغیرہ روس کے اتحادی تھے۔امریکی اتحادی اس جنگ میں اسرائیل کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے۔لیبیا میں اسرائیلی ہوائی اڈے موجود تھے،یہی وجہ ہے کہ اسرائیلی طیارے مصر پر حملہ کرنے کے لئے لیبیا سے پرواز کرتے تھے۔یہی چیز کرنل قذافی کے انقلاب کا سبب بنی۔ان مما لک میں امریکی مخالفت کا یہ عالم تھا کہ جب مصر جنگ ہار گیا تو مصر کے صدر جمال ابن عبدالناصر نے شکست تسلیم کرتے ہوئے صدارت سے استعفیٰ دیدیا،تو اس پر پورا مصر سڑکوں پر آ گیا اور ناصر کو استعفیٰ واپس لینے پر مجبور کر دیا۔تو اس وقت یہ مقولہ بہت مشہور ہوا تھا کہ

"ناصر جنگ ہار کر بھی جیت گیا"

جبکہ شاہ ادریس جیسا امریکی زلہ خوار امریکہ کا ساتھ دے کر بھی ہار گیا۔کرنل قذافی نے امریکہ مخالف ہونے کی بنا پر اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔برسر اقتدار آتے ہی قذافی نے ایسے اقدامات کیئے کہ پورا عرب اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگا۔یہی وجہ ہے کہ 1973ء کی جب مصر اسرائیل جنگ ہوئی تو اسرائیل کو شکست فاش ہوئی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے لیبیا سے جہاز اُڑ کر مصر پر حملہ کرتے تھے،اور اب لیبیا سے جہاز اسرائیل پر حملہ آور ہوئے تھے۔اس کے بعد قذافی نے کوشش کی کہ مصر اور لیبیا کا آپس میں ادغام ہو جائے۔مگر یہ اس لئے نہ ہو سکا کہ مصر کے صدر انور السادات نے امریکہ کی گود میں پناہ لے لی۔اس کے باوجود کرنل قذافی اپنی پوزیشن مضبوط رکھنے میں کامیاب رہے۔1974ء میں جب پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اسلامی سربراہی کانفرنس لاہور میں بلائی،تو اس میں قذافی صاحب خاص اہمیت کے حامل کے طور پر شامل ہوئے۔بھٹو صاحب کا قذافی سے مزاج ملتا تھا۔اس لئے ان

کی ایک عوامی تقریر لاہور کے ایک بڑے سٹیڈیم میں کرائی گئی۔جس میں لاکھوں افراد شریک ہوئے، بعد میں اس سٹیڈیم کو کرنل قذافی کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔کرنل قذافی امریکہ مخالف ہونے کی وجہ سے مشہور ہو گئے اور اسی پر قائم رہے، قذافی کو مارنے، اس کی حکومت گرانے کی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی طرف سے بہت کوشش کی گئی، مگر اس میں ان کو کامیابی نہ ہوئی، صرف اس لئے کہ قوم اس کے ساتھ تھی۔وہ بھی اس لئے کہ قذافی صاحب امریکہ کو للکارتے تھے۔امریکہ نے کئی دفعہ قذافی کے ٹھکانوں پر حملہ کیا

مگر وہ کامیاب اس لئے نہیں ہوا کہ قوم اس کے ساتھ تھی۔قذافی کافی عرصہ تک روپوش بھی رہے اور انہی دنوں نیٹو ہوائی حملے بھی کرتا رہا مگر پھر بھی ان کے ملک کا نظام چلتا رہا۔مگر پھر اچانک یہ کیا ہو گیا کہ قوم مخالف ہو گئی۔اس کی وجہ یہ کہ قذافی صاحب نے 2003ء میں اپنے ملک کے تمام ایٹمی راز نہ صرف امریکہ پر کھول دیئے بلکہ اپنا تمام ایٹمی پلانٹ جہازوں میں بھر کر امریکہ بھیج دیا۔اس سے پہلے قوم قذافی صاحب کو اپنا محافظ سمجھتی تھی مگر امریکہ کے پاس اپنا سب کچھ بھیج دینے کے بعد قوم نے یہ سمجھ لیا کہ اب یہ شخص ہماری حفاظت نہیں کر سکتا۔گویا کہ مسلمان عوام کے نزدیک وہی شخص قیادت کا مستحق ہے جو امریکہ کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کر سکے۔

دوسری بات یہ کہ مذہب ہر معاشرے کا بنیادی جزو ہے، خصوصاً اسلام، ہر وہ شخص جو کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے چاہے وہ باعمل ہو یا نہ ہو وہ اپنے مذہب پر عمل کے لئے آزادی چاہتا ہے۔کسی کو اس کے مذہب کے معاملے میں زبردستی دبانے کی وجہ سے وہ مذہب سے دور نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے مقابلے میں زیادہ اُبھر کر سامنے آتا ہے۔یہ وہ نقطہ ہے جس کا ادراک ان ممالک کے سربراہان نہیں سمجھ سکے۔

صحرائے عرب میں سب سے اہم چیز اسلامی نظریہ رکھنے والی جماعتوں کی سخت جانی اور موقف پر مضبوطی ہے۔مصر اور تیونس میں تیس پینتیس برس سے تک حکمرانی کرنے والے بن علی اور حسنی مبارک جیسے سیکولر اور مذہب بیزار لوگوں نے پوری قوت اور شدت کے ساتھ نہ صرف مذہبی جماعتوں کو کچلنے کی کوشش کی بلکہ معاشرے میں مذہبی سوچ اور نظریات کی خلاف بھی ایک محاذ بنائے رکھا۔وہاں پر سختی

کہ یہ عالم تھا کہ ایک بار تیونس میں سرحدی علاقوں میں چند پاکستانیوں کا جانا ہوا، وہاں مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، وہاں کی پولیس چوکی والوں سے پاکستانیوں نے قبلہ کا رُخ پوچھا تو تیونسی پولیس اہلکار سٹ پٹا گئے۔ ہر ایک نے یہی کہا کہ ہمیں قبلہ کے رُخ کا علم نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اگر قبلہ کا رُخ بتادیا تو یہ خبر اوپر تک پہنچا دی جائے گی کہ یہ پولیس اہلکار مذہبی رجحانات رکھتے ہیں۔ بلکہ خبر یہاں تک ہے کہ نماز فجر پڑھنے کے لئے جانے والوں کی فہرستیں مرتب کی جاتی تھیں۔ انہیں بعد میں مختلف پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اس قسم کے حالات صرف تیونس میں ہی نہیں بلکہ مصر، شام، لیبیا، اردن میں بھی کچھ تبدیلیوں کے ساتھ غیر محسوس طریقہ سے موجود تھے۔

امریکہ اور یورپ کو انقلابات کے بعد ان ممالک میں سب سے زیادہ پریشانی یہ ہے کہ یہاں پر کونسا طرز حکومت دیا جائے تا کہ ان کے مفادات کا تحفظ ہوسکے۔ امریکہ اور یورپ اب تک اس بات پر بضد تھے کہ اسلام کے نام پر دنیا میں کسی بھی حکومت کو برداشت نہ کیا جائے، چاہے وہ جمہوری طریقہ سے آئی ہو، اسی لئے انہوں نے الجزائر میں اسلام کے نام پر جمہوری طریقہ سے کامیاب ہونے والی پارٹی کو حکومت بنانے کی اجازت نہ دی بلکہ وہاں مارشل لا نافذ کرکے ڈیڑھ لاکھ سے زائد اسلام پسندوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ مگر آج کی صورت حال مختلف ہے۔

امریکہ نے افغانستان میں پتھر چاٹنے کا بعد اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ سیاست کے ذریعہ آنے والی اسلامی حکومت کو تسلیم کرلے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے ترکی کی بدلتی ہوئی صورت حال کو برداشت کرلیا ہے، وہاں پر اسلامی طرز حکومت پر اعتراض نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک سال کے اندر اندر تیونس میں بھی الیکشن کے ذریعہ کسی اسلامی جماعت نے اتنی اکثریت حاصل کرلی ہے کہ وہ حکومت بنا سکے۔ خدا کی قدرت کی وہ پارٹی جس نے کئی سال قبل 17 فیصد ووٹ لئے تھے اس کو مغرب ہضم نہ کرسکا، اب 52 فیصد ووٹ لے کر کامیاب ہوئی ہے تو سارا مغرب کہہ رہا ہے کہ کوئی بات نہیں ''النہضہ'' اعتدال پسند اسلامی پارٹی ہے۔ کیا اس سے پہلے 1989ء میں یہ جماعت اعتدال پسند نہیں تھی مگر لگتا ہے کہ اب ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب امریکہ و مغرب کی مجبوری یہ بن گئی ہے کہ اس

کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں۔

البتہ مصر کے بارے میں امریکہ و یورپ الجھن میں مبتلا ہیں۔مصر ایک بڑا عرب ملک ہے ،فوجی قوت کے اعتبار سے بھی بڑا ہے،مگر یہاں پر اسرائیل سے بے پناہ نفرت ہے۔غزہ میں جو کچھ ہوتا ہے اس کے سب سے پہلے اثرات مصر کے عوام پر پڑتے ہیں،دوسرے عرب ممالک بعد میں متاثر ہوتے ہیں۔ یہاں پر عوامی و سیاسی عمل کے ذریعہ سے تبدیلی امریکہ و یورپ اور اسرائیل کے لئے خطرات پیدا کر سکتے ہیں۔وہ اس لئے کہ مغربی میڈیا کی ایک رپورٹ کے مطابق مصر میں اخوان المسلمین نے پورے ملک میں رفاہی کاموں کا جال بچھا دیا ہے،جبکہ سیکولر اور لبرل کسی بھی قسم کا اثر قائم کرنے میں اب تک ناکام رہے ہیں۔جائزوں کے مطابق اخوان کے ووٹ سب سے زیادہ ہیں۔دوسری طرف سیکولر اسٹیبلشمنٹ جو ابھی تک اقتدار پر قابض ہے وہ اخوان کی کامیابی کو ناکامی میں بدلنے کے لئے ازحد کوشاں ہے۔جس کی وجہ سے مصری عوام میں بے چینی پھیلنا شروع ہوگئی ہے،جس کا نظارہ فوج کے خلاف آجکل پھر قاہرہ کی سڑکوں پر جلسوں اور جلوسوں کی شکل میں نظر آرہا ہے۔

نیز یمن میں بھی انقلاب کی لہر اُٹھی تھی مگر یمن کے صدر نے دباؤ یا رضا کارانہ طور عہدے سے استعفیٰ دے کر بظاہر انقلاب کی شدت میں کمی کر دی ہے۔

اس سے اگلی تبدیلی ملک شام میں متوقع ہے،یہ بظاہر کچھ ہی دنوں کی بات ہے،اگر یہاں انقلاب آیا تو مصر جیسا نہیں ہوگا،بلکہ لیبیا جیسا ہوگا،کیونکہ لیبیا میں اسٹیبلشمنٹ ختم ہوگئی،یہاں بھی یہی کچھ ہوگا۔ان چیزوں کی آڑ لے کر لیبیا کی طرح شام میں بھی نیٹو کی فوجیں داخل کی جاسکتی ہیں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں پر اسٹیبلشمنٹ ایک اقلیتی فرقہ سے تعلق رکھتی ہے جو کہ نُصیری شیعہ ہیں،جو کہ اپنے عقیدے کے مطابق حضرت علیؓ کو خدا مانتے ہیں،جبکہ وہاں کی اکثریت اس عقیدے کے خلاف ہے۔نیز عرب لیگ نے بھی اس سلسلہ میں پیش قدمی شروع کر رکھی ہے،اور بشارالاسد پر زور دیا جارہا ہے کہ وہ بھی یمن کے صدر کی پیروی کرتے ہوئے مستعفی ہوجائیں،وگرنہ ان کا انجام بھی برا ہوگا۔ اس لئے شام کا انقلاب لیبیا کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔
''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں''۔

حضرات! آج ماہ محرم الحرام کی مناسبت سے میں ''شہادت حسینؓ '' کے زیر عنوان کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ہم اہل سنت والجماعت تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں اور ان سے سچی عقیدت اور محبت رکھتے ہیں جس طرح شیعہ صاحبان ان کے مداح اور ان کی محبت کے دعویدار ہیں چنانچہ عقیدہ اہل السنت میں امام حسینؓ کے مناقب کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا وابناء کم تو رسول اللہ ﷺ نے علیؓ اور فاطمہؓ اور حسن وحسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! میرے اہل بیت یہ لوگ ہیں۔(مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے بڑھ کر کوئی شخص زیادہ رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں تھا۔ اور حسینؓ کے متعلق بھی فرمایا کہ وہ بھی سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے۔(بخاری شریف)

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص علیؓ اور فاطمہؓ اور حسن وحسینؓ سے لڑے گا میری ان سے لڑائی ہے۔ اور جو ان سے صلح کریگا میری اس سے صلح ہے۔(ترمذی)

یہ مناقب مشتے نمونہ از خروارے کی حیثیت رکھتے ہیں اگر سب جمع کئے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جسطرح ان مناقب سے اہل السنۃ والجماعۃ اتفاق رکھتے ہیں اسی طرح اس اندوہناک، دردناک

داستان ظلم وستم یعنی حادثہ شہادت سیدنا حسینؓ سے بھی سنیوں کا اتفاق ہے۔

واقعہ کربلا کا رنج والم

ہر کلمہ گو خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی اس وحشتناک اور دردانگیز واقعہ سے بے انتہا رنج والم ہے۔ کوئی نہیں جو امام حسینؓ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو اور اس کا دل ان مظالم کو سن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو تقریباً تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک دردانگیز مصیبت خیز پریشان کن دل دہلا دینے والے واقعہ کو بھول نہیں پائے۔ شیعہ صاحبان کے علاوہ سنیوں کی کتابیں بھی اس خونی واقعہ کی یاد تازہ اپنے سینوں میں رکھتی ہیں اور ہر پڑھنے والے کے دل کو غم کدہ بنا دیتی ہیں۔

اظہار غم کے طریقے میں فرق

اہل السنت والجماعت ان دردناک واقعات کو اپنے سینے میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسینؓ اس کی قوت ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنت حسینؓ کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ تاکہ امام حسینؓ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روح حسینیؓ کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے رہیں

۔

بخلاف شیعہ صاحبان کے کہ وہ اس رنج والم کا اظہار کرنے کے لیے دامن شریعت کو چھوڑ دیتے ہیں۔ فخر دو عالم سید المرسلین ﷺ کی سنت سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اظہار غم کے لیے دسویں محرم کو وہ طریقہ اختیار کرتے ہیں جس میں بہت ساری چیزیں ناجائز بلکہ حرام ہوتی ہیں جن سے مسلمانوں کے عقائد فاسد ہوتے ہیں اخلاق کی تباہی کا موجب بنتی ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اہل السنت والجماعت کے علاوہ مقتدر شیعہ صاحبان بھی عوام الناس کے اس طریق کار کے سخت مخالف ہیں دونوں جماعتوں کے رہنما ان چیزوں کو نہ صحیح سمجھتے ہیں نہ مفید سمجھتے ہیں چنانچہ دونوں جماعتوں کے فتاویٰ ذیل میں درج ہونگے۔ البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان میں کمزور طبیعت کے رہنما اپنے مفاد دنیا کی خاطر نتائج اخروی کو نظرانداز کرتے ہیں اور عوام الناس میں اشاعت حق کرنے سے جی چراتے ہیں۔ **اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المضوب علیھم ولا الضالین۔**

تعزیہ داری کے متعلق علماء اہل السنت کا فیصلہ

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی ماہ شوال ۱۳۱۱ھ کے صفحہ ۷۲ پر لکھتے ہیں کہ تعزیہ داری جو مبتدعین کرتے ہیں۔ بدعت ہے اور بدعت سیئہ ہے اور بدعت سیئہ مبتدع کو خدا کی لعنت میں گرفتار کر دیتی ہے اور اس کے فرائض اور نوافل بھی درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتے۔

انتھی مخلصاً اسی فتاویٰ کے صفحہ ۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: مرثیہ خوانی کی مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے حاضر ہونا اور اس جگہ مرثیہ اور کتاب سننا اور فاتحہ اور درود پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

جواب: اس مجلس میں زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ وہاں کوئی زیارت نہیں ہے۔ جس کے واسطے آدمی جائے اور یہ لکڑیاں تعزیے کی جو بنائی گئی ہیں یہ زیارت کے قابل نہیں۔ بلکہ مٹانے کے قابل ہیں۔

اسی فتاویٰ کے صفحہ ۱۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: تعزیہ کے تابوت کی زیارت کرنا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ پڑھنا اور کتاب سننا اور فریاد کرنا اور رونا اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کے ماتم میں اپنے آپ کو زخمی کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔

خلاصہ فتاویٰ اہل السنت

مذکورۃ الصدر فتاویٰ سے مندرجہ ذیل چیزیں صاف اور ظاہر ہیں۔

(۱) تعزیہ بدعت سیئہ ہے۔

(۲) مرثیہ خوانی۔

(۳) اور اس مجلس زیارت اور گریہ زاری کی نیت سے جانا بھی ناجائز ہے۔

(۴) اور سینہ کوبی کرنا اور امام حسینؓ کا ماتم کرنا اور اپنے آپ کو زخمی کرنا یہ سب چیزیں شرعاً ناجائز ہیں۔

ماتم اور نوحہ کی ممانعت

جہاں تک ماتم کا تعلق دل اور آنکھوں سے ہے ممنوع نہیں۔ مگر جب زبان اور ہاتھ سے اظہار کیا

جائے تو حرام ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث سنی اور شیعہ اور اقوال ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص اسلامی جماعت سے خارج ہے جس نے ماتم میں رخساروں پر ہاتھ مارے گریبان پھاڑے اور جاہلیت کے سے بین منہ سے نکالے۔

دوسری حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

یعنی جو ماتم آنکھ اور دل سے ہو وہ جائز ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنیوالی اور نوحہ سننے والی پر لعنت کی ہے۔ (مشکوٰۃ)

نتیجہ: مذکورۃ الصدر احادیث میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے اور جن کو شیطانی فعل کہا گیا ہے اور جن کاموں کے کرنے پر لعنت نازل ہوتی ہے محرم کے ماتمی جلوسوں میں یہ سب کام کیے جاتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے جلوسوں میں ہرگز شریک نہ ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہونگے۔

انہی چیزوں کے حرام ہونے پر شیعہ صاحبان کی روایات ملاحظہ ہوں۔

پہلی: ابن بالویہ نے سند معتبر حضرت امام باقر سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ جب میں وفات پاؤں تو میری وفات پر اپنے بال نہ نوچنا اور واویلا نہ کرنا اور مجھ پر نوحہ نہ کرنا۔ (جلاء العیون)

دوسری: ملا باقر مجلسی جلاء العیون ص ۸۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ نے غسل و کفن وغیرہ کے متعلق اہل سنت کے سامنے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب فرشتے مجھ پر نماز پڑھ چکیں اس وقت تم فوج درفوج اس گھر میں آنا اور مجھ پر صلوٰۃ بھیجنا اور سلام کرنا اور مجھے نالہ وفریاد گریہ زاری سے آزار نہ دینا پھر فرمایا اٹھ جاؤ اور جو کچھ میں بیان کیا ہے اس سے اور لوگوں کو مطلع کرو۔

مسلمانوں کا فرض

جب مرثیہ خوانی کی مجلسیں اور ماتمی جلوس خلاف شرع ہیں فقط اہل السنت ہی نہیں بلکہ شیعہ رہنما یان مذہبی بھی ان کے شرعاً خلاف ہیں تو اہل السنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ان مجالس میں جانے اور جلوس تعزیہ میں شریک ہونے سے پرہیز کریں ورنہ شرکت کے باعث خواہ وہ تماشا بینی کے طور پر ہی کیوں نہ ہو

غضب الٰہی کے مورد عذاب الٰہی کے مستحق ہونگے۔

بالخصوص: جب کہ شیعہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین جانشینوں یعنی سیدنا ابوبکرؓ اور عمر ابن خطابؓ کو برا بھلا کہتے ہیں ان کو غاصب قرار دیتے ہیں اوران کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں ان کو کافر کہتے ہیں اوران واقعات کے ہوتے ہوئے ہر غیرت مند سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شیعہ مجالس مرثیہ میں شرکت سے پرہیز کرے اوران کے تعزیوں کے جلوس میں شامل ہونے نہ پائے کیونکہ ایسے لوگوں کی مجالس کی رونق افزائی بجائے خود ایک بہت بڑا گناہ ہے مسلمانوں کا فرض ہے خود اس سے بچیں اور اپنے اہل وعیال کو بچائیں۔

شیعہ صاحبان کے بڑوں کا شریک نہ ہونا

اگر ماتمی جلوس ایسے ہی موجب ثواب اور باعث رحمت اور امام حسینؓ کے سچے غم اور بے قراری دل کے صحیح اظہار کا ذریعہ ہیں تو پھر شیعہ صاحبان کے بڑے کیوں اس مبارک رسم میں شریک نہیں ہوتے اور کیوں سینہ کوبی سر بازار جلوس میں شامل ہو کر نہیں کرتے۔

چنانچہ دارالسلطنت پنجاب لاہور میں ہمیشہ یہی دیکھا جاتا ہے کہ سینہ کوبی کرنے والے صرف نچلے طبقے کے لوگ ہوتے ہیں یا اس میں چند بازاری عورتیں سیاہ لباس میں ملبوس ہائے حسین ہائے حسین کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اوراس جلوس کے ساتھ عام جہلا بطور تماشا بینی کے جمع ہوجاتے ہیں اور جلوس کی رونق دوبالا ہوجاتی ہے۔

عبرت: اہل عقل اس تحریر ماسبق سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں کہاں تک خیر وبرکت آسکتی ہے اور خود شیعہ صاحبان کے ہاں ان کی کیا حقیقت ہے۔

شیعہ کی تفاسیر سے نوحہ کی ممانعت

شیعہ کی تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم ص ۲۴ میں تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تین آوازوں کو ناپسند کرتا ہے گدھے کی آواز۔ کتے کی آواز، نوحہ گر عورت کی آواز۔

شیعہ کی اسی تفسیر کے ص ۳۹۲ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عورتوں سے بیعت لیتے تھے تو دوسری شرطوں کے علاوہ یہ شرطیں بھی ہوتی تھیں نوحہ نہ کرنا کپڑہ نہ پھاڑنا، سر کے بال نہ نوچنا اور اپنا منہ نہ نوچنا وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ ماتمی لباس کے خلاف علمائے شیعہ کے فتاویٰ

امام صادق رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ عورتیں سیاہ کپڑے پہن کر نماز پڑھیں فرمایا؛ کہ سیاہ کپڑوں سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ سیاہ کپڑے دوزخیوں کا لباس ہے اور امیر المؤمنین نے اصحاب کو سکھلایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ سیاہ پوشی فرعون کا لباس ہے۔(باالرجیٰ ص ۲۴۲ جامع عباسی پانزدہ بابی جو فقہ میں مذہب اثنا عشری کی مستند کتاب ہے جس کے مصنف ملا بہاؤ الدین عاملی ہیں۔اور شیعوں کے مطبع یوسفی دہلی کی مطبوعہ ہے اس کے اس کے صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ میں تحریر ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں حق تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ مومنوں سے کہہ دے کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں یعنی سیاہ کپڑے۔

فروع کافی جلد ۲ جز و ثانی ص ۴۳ میں بھی سیاہ لباس کو ملبوس ناریاں بتایا گیا ہے۔(خاموش نوحہ خواں نمبر ۲ ص ۱۰)

نتیجہ: ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ صاحبان جو سیاہ لباس پہن کر ماتمی نشان بناتے ہیں یہ ان کے اپنے مقتدایان مذہبی کے فیصلہ کے بھی سراسر خلاف ہے جب شیعہ کے ہاں بھی یہ چیز حرام ہے تو سنی مسلمان کا فرض ہے کہ اس قبیح رسم سے بچیں۔اس مضحکہ خیز ظاہرداری کے ماتم سے بچ کر امام حسینؓ کی طرح سچا غیور، بہادر جانباز اور جانثار مجاہد اور غازی بننے کی فکر کریں۔

حاصل یہ ہے کہ ہم اہل السنت والجماعت آئمہ اہل بیت کے سچے محب اور پکے خیر خواہ ہیں ان سے عقیدت ہمارا ایمان ہے ان کی راحت سے فرحت اور ان کی تکلیف سے صدمہ ہمارے دلوں کے تاثرات ہیں ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کو اپنی سعادت خیال کرتے ہیں۔غرضیکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ سچی محبت اور صحیح عقیدت میں ہم شیعہ صاحبان سے کم نہیں ہیں البتہ یہ عرض کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ عشرہ محرم کی تمام بدعات جو شیعہ میں مروج ہیں جن کی تفصیل اس مضمون میں آچکی ہے ان کے ہم سخت مخالف ہیں سنی مسلمانوں کو ان سے روکنا ہمارا فرض ہے۔ بلکہ دعا کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ آئمہ اہل بیت کے نقش قدم پر عملی طور پر چلنے میں سنیوں کے دوش بدوش نظر آئیں سب وشتم، طعن وتشنیع، تعزیہ، نوحہ خوانی، ماتمی لباسوں سے باز آئیں حق کے حامی اور باطل کے دشمن نظر آئیں۔اسلام محمدی کے پیروکار اور بدعات مخرعہ سے مجتنب ہو جائیں آمین۔ یا اللہ العالمین۔ جب شیعہ اور سنی دونوں 4 ایک سٹیج پر آ کھڑے ہوں تو اس اتفاق کی برکت سے دیکھئے کہ اسلام کو کس طرح نفع اور عروج حاصل ہو سکتا ہے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

ماتم اور تعزیہ کی تاریخ

واضح ہو کہ لغت میں تعزیت نام ہے مصیبت زدہ کو تلقین صبر کرنے کا چونکہ کسی کا مرنا بھی اس کے ورثاء کے لیے بظاہر سخت مصیبت اور باعث سخت رنج وغم ہے لہٰذا ان کے تلقین صبر کرنے کو بھی تعزیت کہتے ہیں بلکہ عرفاً غالب اطلاق اسی پر ہونے لگا شریعت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں اور کسی کے مرنے پر صرف تین دن تک تعزیت کرنی جائز ہے (تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر تعزیت کنندہ یا میت کے اعزاء سفر میں ہوں اور تین کے بعد آئیں تو ان کے لیے مکروہ نہیں ہے جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر چکا ہو اسکو پھر دوبار تعزیت کرنا مکروہ ہے حدیث شریف میں تعزیت کے لیے یہ کہنا منقول ہے۔

اعظم اللہ اجرک واحسن جزاءک وغفر لمیتک (یعنی اللہ تعالیٰ تیرا اجر زیادہ کرے اور تجھے اچھا صبر عطا فرمائے اور تیری میت کو بخش دے) جس میں نہ رونا ہے نہ پیٹنا چیخنا ہے۔ نہ چلانا نہ کپڑے پھاڑنا اور نہ گریبان چاک کرنا ہے۔ نہ بال نوچنا اور نہ پریشان ہونا نہ سینہ کوبی ہے نہ زانو اور رخساروں پر ہاتھ مارنا۔ نہ اجتماع واہتمام اور جزع وفزع کی ضرورت ہے نہ میت کے مدح وذم کے بیان جیسا کہ عوام کالانعام میں کسی کے مرنے پر عموماً دیکھا جاتا ہے لیکن یہ سب خرافات اور ناجائز کام آج جس تعزیہ میں ہوتے ہیں وہ محرم کو تعزیہ ہے اور اس مختصر تقریر میں زیر بحث یہی لفظ تعزیہ ہے جس کو لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح بھی تعزیت کہنا صحیح نہیں ۔ مذہباً اس کے عدم جواز کی بحث تو میرے اشتہار ''محرم الحرام اور رسالہ حرمت تعزیہ'' میں دیکھنی چاہیے اس وقت سنیوں کو متنبہ کرنے کے لیے مؤرخانہ طور پر مجملاً صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ہر سال شروع ماہ محرم میں جس تعزیہ کی بدولت بوجہ نادانی وجہالت لاکھوں سنی عملاً شیعہ ہو جاتے ہیں اور حسب کتب شیعہ اہل سنت کی نہیں بلکہ یزید اور دشمنان رسول کی ایجاد ہے۔

اس تعزیہ کی روح امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا پر نالہ وماتم اور نوحہ شیون کرنا ہے اور اس کا جسم روضہ امام حسین واقعہ کربلا کی وہ نقل ہے جو بانس اور کاغذ وغیرہ کا بنا کر بنام تعزیہ یا وجہ ماتم اور مرثیہ کے ساتھ سالانہ محرم میں نکالی جاتی ہے جس کے ساتھ ہمیشہ مختلف مقام پر بھی بہت سی رسمیں ادا کی جاتی ہیں اور آئے دن نئی چیزیں نکلتی رہتیں ہیں۔

ماتم کی تاریخ

یعنی نوحہ وماتم، نالہ وشیون پر امام حسینؓ کی ابتداء دنیا میں جس نے سب سے پہلے کی وہ بقول شیعہ یزید ہے جو ان کے خیال کیمطابق اول درجہ کا دشمن اہل بیت تھا۔ چنانچہ

ا۔ ملا باقر مجلسی مجتہد شیعہ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت حسینؓ کا قافلہ کوفہ سے دمشق میں آیا اور دربار یزید میں پیش ہوا تو یزید کی زوجہ ہندہ دختر عبداللہ بن عام بیتاب ہو کر بے پردہ دربار یزید میں چلی آئی یزید نے دوڑ کر اس کے سر پر کپڑا ڈال دیا اور کہا۔

’’اے ہندہ نوحہ زاری مکن بر فرزند رسول خداؤ بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر وتعجیل کرد ومن راضی بکشتن اونبودم (جلاء العیون ص ۵۳۷) یعنی اے ہندہ فرزند رسول خداؤ بزرگ قریش پر نوحہ زاری نہ کر کہ ابن زیاد لعین نے ان کے معاملہ میں جلدی کی اور میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

۲۔ جب اہل بیت حسینؓ یزید کے محل میں داخل ہوئے تو اہل بیت یزید نے زیور اتار کر لباس ماتم پہنا۔ صدائے نوحہ وگریہ بلند کی اور یزید کے گھر میں تین روز برابر ماتم رہا۔ (ایضاً ص ۵۲۲)

۳۔ صاحب خلاصۃ المصائب فرماتے ہیں کہ جب حرم محترم پیش یزید لائے گئے تو کان بیدہ مندیل فجعل یمسح دموعہ فامرھم ان یحولن الی ھندہ بنت عامر فادخلن عندھا فسمع من داخل القصر بکاء ونداء وویلا (ص ۲۹۳)

یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے اپنے آنسو پونچھتا تھا۔ پس اس نے حکم دیا کہ ان کو میرے محل میں ہندہ بنت عامر کے پاس لے جاؤ جب یہ ان کے پاس پہنچائی گئیں تو داخل ہونے صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی جو باہر سنائی دیتی تھی۔

۴۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ص ۲۰۰ میں اور صاحب نہج البلاغہ ص ۳۴۸ میں بھی کم وبیش اس ماتم کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ پر نوحہ وماتم اور نالہ وشیون کا یہ پہلا دن تھا جو حکم یزید خود اہل بیت یزید نے اہتمام سے کیا پھر جب یزید نے چند اہل بیت حسینؓ کو بعزت وحرمت اپنے پاس شام میں رہنے یا مدینہ جانے کا اختیار دیا تو انہوں نے ماتم برپا کرنے کی اجازت چاہی جو دی گئی اور شام میں جس قدر قریش وبنو ہاشم تھے سب شریک ماتم ونوحہ ہوئے اور یہ گریہ وزاری ایک

ہفتہ تک جاری رہی بعدازاں یزید نے باآرام ان تمام کو جانب مدینہ روانہ کیا۔ (جلاء العیون ص ۵۳۰ و منہج ۳۳۵)

شام میں یہ دوسرا ماتم تھا جو امام حسینؓ پر باجازت یزید اہتمام سے ہوا۔ یزید کے بعد دوسرا شخص مختار ثقفی شیعہ تھا جس نے کوفہ میں سب سے پہلے خاص عاشورہ محرم کے لیے اس رسم بد کی بناڈالی۔ بلکہ اور اضافہ کیا یہ شخص شیعہ بھی تھا اور دشمن اہل بیت بھی جس کا مفصل ثبوت میرے رسالہ قاتلان حسینؓ میں دیکھنا چاہیے اس دشمن آل رسول نے قبولیت عامہ حاصل کرنے کے لیے علانیہ کوفہ میں رسم ماتم عاشورہ ایجاد کردہ یزید کو جاری کیا اور بنام تابوت سکینہ جناب امیرؓ کی کرسی کی پرستش شروع کی حالانکہ وہ کرسی جناب امیرؓ کی نہ تھی بلکہ طفیل بن جعدہ نے بلا اجازت کسی روغن فروش کی دوکان سے اٹھا کر اسی کام کے لیے اسے لادی تھی۔ (ہدیہ مجیدیہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ ص ۴۲۲)

علامہ شہرستان بھی لکھتے ہیں کہ وہ ایک پرانی کرسی تھی جس پر مختار نے ریشمی رومال چڑھا کر اور خوب آراستہ کر کے ظاہر کیا کہ یہ حضرت کے توشہ خانہ میں سے ہے۔ جب کسی دشمن سے جنگ کرتا تو اس کو صف اول میں رکھ کر اہل لشکر سے کہتا بڑھو، قتل کرو، فتح ونصرت تمہارے شامل حال ہے۔ یہ تابوت سکینہ تمہارے درمیان مثل تابوت بنی اسرائیل ہے اس میں سکینہ ہے اور ملائکہ تمہاری مدد کے لیے نازل ہو رہے ہیں۔ وغیرہ (الملل والنحل مصری ص ۸۴)

تیسرا شخص معزالدولہ شیعہ ہے جس نے اٹھارویں ذی الحجہ کو عید غدیر منانے کا حکم دیا پھر اس کے بعد عاشورہ کے دن حکم دیا کہ لوگ غم حسینؓ میں دوکانیں بند کریں ہڑتال کریں خرید وفروخت سے باز رہیں سوگ کے کپڑے پہنیں زور سے واویلا کریں عورتیں بال کھولیں منہ پر طمانچے ماریں لوگوں نے اس کی تعمیل کی اور اہل السنت اس کی مخالفت پر قادر نہ تھے کیونکہ شیعوں کا غلبہ تھا جب ۳۵۳ھ میں پھر ایسا ہی ہوا تو اس پر شیعہ اور سنی میں بڑا فساد ہوا اور بہت لوٹ مار نوبت پہنچی۔ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۴۲۵ و تاریخ الخلفاء سیوطی ۲۷۵)

کامل ابن اثیر جلد ۴ میں بھی ہے کہ دس محرم ۳۵۲ھ کو معزالدولہ نے عام حکم دیا کہ دوکانیں بند ہو جائیں بازار اور خرید وفروخت کا کام روک دیا جائے لوگ نوحہ کریں کمبل کا لباس پہنیں عورتیں پراگندہ منہ اور گریبان چاک دوہتر مارتی ہوئی شہر کا چکر لگائیں (صفحہ ۱۹۷)

آنر یبل سید امیر علی صاحب سپر آف اسلام انگریزی میں لکھتے ہیں بیادگار شہادت امام حسینؓ و دیگر شہدائے کربلا یوم عاشورہ کو ماتم کا دن مقرر کیا (ص ۴۶۱)

ایک اور شیعہ رقمطراز ہیں کہ معز الدولہ پہلا بادشاہ مذہب امامیہ پر تھا۔ جس نے یوم عاشورہ بازار بند کرادیئے نانبائیوں کو کھانا پکانے کی ممانعت کردی عورتیں سر کھولے ہوئے راستوں میں نکلیں اور ماتم حسینؓ کا کیا ۱۹ ذی الحجہ کو عید غدیر کی وغیرہ دیکھو (تلخیص مرقع کربلا ص ۷۸۔۷۹)

رسم عاشورہ کی یہ مختصر داستان ہے جو بحکم یزید اسی کے گھر سے شروع ہوئی مختار اور معز الدولہ نے ترقی دی پھر شیعوں نے اس پر خوب خوب مذہبی رنگ چڑھایا۔ اب عشرہ محرم میں گھر گھر اسی کا جلوہ ہے کسی نے بالکل سچ کہا ہے رسم ماتم بنا یزید نمود ہر کہ آمد براں مزید نمود

تعزیہ: جو مختلف قطع وضع اور رنگ برنگ کے بنتے ہیں مشہور یہ کیا گیا ہے کہ روضہ امام حسینؓ کی نقل ہے اور جگہ کا تو حال معلوم نہیں مگر ہندوستان میں ہر سال عشرہ محرم میں بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے نکالا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ عہد تیمور میں اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ بعض شیعہ بیگمات ،شیعہ وزراء، شیعہ امراء ایرانی الاصل اور شیعہ اہل لشکر ہند میں قیام اور سلطنت و جنگ کے انتظام وغیرہ کے باعث ہر سال کربلائے معلیٰ نہیں جاسکتے تھے جنہوں نے حسب عقیدہ شیعہ بغرض حصول ثواب روضہ امام حسینؓ کی نقل منگوا کر جائے کربلا کے اس کی زیارت کرنا شروع کی۔ پھر جب شاہان اودھ کے دور میں تشیع نے زور پکڑا تو نقل روضہ امام اور ذوالجناح اور قاسم کی مہندی وغیرہ کا بھی رواج بڑھا۔ اس نے کم وبیش جلد یہ صورت اختیار کرلی جو اب مروج ہے چنانچہ تلخیص مرقع کربلا کے شیعہ مصنف بھی فرماتے ہیں کہ جوہر صاحب طوفان نے امیر جنود کا عراق میں آنا اور زیارت کربلا و نجف اشرف کرنا اور پیادہ چلنا اور وزراء کا پیادہ روی سے منع کرنا اور اس کا قرآن میں فال دیکھنا اور آیہ **فاخلع نعلیک** کا نکلنا۔ اور تبرکات لانا اور نفاذ تعزیہ داری خصوصاً ہندوستان میں مفصل لکھا ہے اور سب جانتے ہیں (ص ۸۳) حالانکہ اس نقل روضہ امام تعزیہ کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ اصل روضہ امام بھی غیر معتبر ہے اور پھر تعزیہ جس کی تاریخ امیر تیمور کے دور سے آگے نہیں چلتی بدعت تیموریہ نہیں اور کیا ہے؟ پس مسلمانوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہیے اور اس قسم کی بدعات سے مجتنب رہنا چاہیے۔

وما علینا الا البلاغ (خطبات حضرت لاہوری)

مولانا بٹالوی کی طرف سے مرزا قادیانی کا مذہبی دفاع

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے ریویو میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ہر سطح پر دفاع کیا، چاہے وہ سیاسی ہو یا مذہبی۔ گذشتہ شمارے میں مولانا بٹالوی کی وہ تحریر شائع کی گئی تھی جس میں سیاسی دفاع تھا۔ اب ہم یہاں مولانا بٹالوی مرحوم کی طرف سے مذہبی دفاع کی چند جھلکیاں نقل کرتے ہیں۔

''اب فریق دوم (لدھیانہ کے مکفرّین) کا جواب وخطابت شروع ہوتا ہے''

جواب استدلال (وجہ انکار) فریق دوم

فریق دوم کی استدلال کا ماحصل یہ ہے کہ مؤلف ''براہین احمدیہ'' نے اپنے آپ کو بہت سی آیاتِ قرآن کا (جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آدم وعیسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے خطاب میں وارد ہیں اور ازانجملہ گیارہ آیات بذیل وجہ انکار فریق دوم بصفحہ ۱۷۲ منقول ہو چکی ہیں) مخاطب و موردِ نزول ٹھہرایا اور ان کمالات کا جو انبیاء سے مخصوص ہیں۔ (جیسے وجوب اتباع، نزول قرآن، وحی رسالت، فتح مکہ، حوض کوثر، زندہ آسمان کی طرف اٹھایا جانا وغیرہ) محل قرار دیا ہے، اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ مؤلف ''براہین احمدیہ'' کو در پردہ نبوت کا دعویٰ ہے۔

اس کے جواب دو ہیں! اوّل یہ کہ مؤلف ''براہین احمدیہ'' نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا موردِ نزول ومخاطب میں ہوں اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ ﷺ وعیسیٰ علیہ السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہے اس سے میرا خطاب مراد ہے اور نہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ جو خصوصیات وکمالات ان انبیاء میں پائی جاتی ہیں وہ مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ کلاّ، واللہ، ثم باللہ، ثم تاللہ، اس کتاب میں یا خارجاً مؤلف نے یہ دعاوی نہیں کئے اور ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے کہ قرآن اور پہلی

کتابوں میں ان آیات میں مخاطب و مراد وہی انبیاء ہیں جن کی طرف ان میں خطاب ہے اوران کمالات کے محل وہی حضرات ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ان کمال کا محل ٹھہرایا ہے۔

اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعویٰ سے اس کی مراد (جس کو وہ صریح الفاظ سے خود ظاہر کر چکے ہیں ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے) یہ ہے کہ جس الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم اسلام کو مخاطب فرمایا ہے ان ہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشا ہے، پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں جو معانی مقصود وہ قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مغایرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں، وہ معانی ان معانی کے اظلال و آثار ہیں۔

تمثیلات

آیت نمبر ۱ (منجملہ آیات پیش کردہ فریق ثانی) کے معانی قرآن میں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت کے خطاب میں ہے اور اس میں آنحضرت کا اتباع امت پر واجب کیا گیا ہے اور جب ان ہی الفاظ سے خدا نے ان کو ملہم ومخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ قرآن میں) اور اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اپنے اتباع سے اتباع آنحضرت ﷺ مراد قرار دیتے ہیں چنانچہ بصفحہ ۵۰۴ کتاب اس الفاظ ملہمہ کا ترجمہ ان الفاظ سے فرماتے ہیں کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ یعنی اتباع رسول مقبول کرو تا خدا تم سے بھی محبت کرے۔

اور آیت نمبر ۲ کے قرآن میں تو وہ یہ معنی سمجھتے ہیں کہ اس میں قرآن مجید کی نسبت مشرکین کے قول کی حکایت ہے کہ وہ دو بستیوں (مکہ معظمہ اور طائف) میں سے کسی سردار آدمی پر کیوں نہ اُترا اور جب ہی ان الفاظ سے خدا نے ان کو ملہم ومخاطب فرمایا تو (ان میں نہ قرآن میں) امر منزل سے وہ اپنے الہام کو مراد خداوندی سمجھتے ہیں (یہی وجہ ہے کہ ان الفاظ میں لفظ نزل کے بعد لفظ قرآن واقع نہیں ہوا جیسا کہ قرآن کی آیت میں ہے اور اسی کے مطابق آیات پیش کردہ فریق ثانی کے ضمن میں نقل

ہوا) اور دوشہروں سے کوئی اور دوشہر (مثلاً لدہانہ اور امرتسر) اور سردار آدمی سے کوئی مولوی فاضل (جیسے سرگروہ فریق اوّل وثانی مراد قرار دیتے ہیں) چنانچہ بصفحہ ۵۰۴ ان الفاظ ملہمہ کا ترجمہ ان لفظوں سے کرتے ہیں اور کہیں گے کیوں نہیں یہ ان کا الہام (اترا کسی عالم وفاضل پر اور شہروں میں الخ ا)

اور آیت نمبر ۵ کے قرآن میں وہ یہی معنی سمجھتے ہیں کہ وہ آنحضرت کے خطاب میں نازل ہوئے ہیں اور اس میں آپ سے پہلے رسولوں کا حال بیاں ہوا ہے اور جس میں آپ کی رسالت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (بحوالہ اشاعت السنۃ جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۷ صفحہ نمبر ۲۱۸ تا ۲۲۰)

نوٹ: اس میں مولانا بٹالوی اس بات کی تصدیق کررہے ہیں کہ یہ آیات مرزا قادیانی پر ضرور نازل ہوئی ہیں۔ (نہ قرآن میں) مگر انہی الفاظ سے خدا نے ان کو ملہم ومخاطب کیا ہے۔ اور اپنی اتباع سے مراد آنحضرت کی اتباع قرار دیتے ہیں۔ یعنی بٹالوی صاحب مرزا قادیانی کی اتباع کو حضور ﷺ کی اتباع قرار دے رہے ہیں۔

آگے چلیے:

مرزا قادیانی کا یہ الہام اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ قَرِیۡبًا مِنَ الۡقَادِیَانِ وَ بِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَ بِالۡحَقِّ نَزَلَ اس کے متعلق مولانا بٹالوی یوں فرماتے ہیں:

انہی معارف وحقائق کا نزول وہ اس عربی فقرہ میں جس میں قادیان کے قریب الہام نازل ہونے کا بیان ہے مراد خداوندی سمجھتے ہیں نہ قرآن مجید کا نزول جس کا آیت انا انزلناہ میں ذکر ہے۔

اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ قَرِیۡباً مِنَ الۡقَادِیَانِ وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَبِالۡحَقِّ نَزَلَ۔ چنانچہ بصفحہ ۴۹۸ کتاب ان الفاظ کا ترجمہ وہ ان الفاظ سے فرماتے ہیں۔

''ہم نے ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام پر از معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اُتارا ہے اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے''

اس میں کسی کو لفظ نزول سے نزول قرآن یا وحی رسالت کا شبہ گزرے تو اس کو

یوں دفع کرسکتا ہے کہ یہ لفظ (نزول) وحی رسالت یا قرآن سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ بخشش وعطا کے معنوں میں بھی آیا ہے۔دیکھو خدائے تعالیٰ نے جو ہم کو مواشی جانور کھانے دودھ پینے سواری کرنے کو عطا فرمائے ہیں ان کے عطا کو بھی آیات منقولہ حاشیہ میں اسی لفظ نزول سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں فرمایا ہے۔ **وَ اَنْزَلَ لَکُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاج** (الزمر ع ۱) (**ثَمَانِیَۃَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اثْنَیْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْن** (انعام ع ۱۷)

خدا نے تمہارے لیے آٹھ جوڑے مواشی اتارے (یعنی عطا فرمائے) ہیں جن کو دوسری آیت میں بکری بھیڑ گائے اونٹ کے جوڑوں سے تفسیر کیا ہے۔ پس ایسا ہی عطا الہام معارف صاحب قادیان کو نزول سے تعبیر فرمایا تو اس سے نزول قرآن و وحی آیات کا شبہ کیونکر پیدا ہوا۔'' (اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۷ صفحہ ۲۵۹)

(۱) **یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ**۔(۲) **فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ**۔

اس پر لکھتے ہیں: آیت نمبر ۲، ۳ کا مؤلف نے ترجمہ نہیں کیا اس لیے ہم نے ان کے الفاظ سے مراد مؤلف کی کلام سے نہیں بتائی لیکن بالقیاس ترجمہ و مراد بقیہ الفاظ آیات یہی یقین کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں تو وہ لفظ مدثر سے آیت نمبر ۲ میں آنحضرت صلعم کو ایسا ہی لفظ فاصدع سے آیت نمبر ۳ میں آنحضرت صلعم کو مراد و مخاطب جانتے ہیں اور جب انہی الفاظ سے خدا تعالیٰ نے ان کو مخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ آیات قرآن میں) وہ اپنا کسی وقت کپڑا لپیٹ کر لیٹ جانا اور باظہار حق مامور ہونا مراد خداوندی قرار دیتے ہیں۔(اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۶۰ نمبر ۹ جلد ۷)

نوٹ: کیا یہ عجیب بات نہیں کہ غیر مقلدین کے نزدیک قیاس مجتہد حجت نہیں مگر یہاں پر مولانا بٹالوی قیاس ہی کو اپنا ہتھیار بنا رہے ہیں۔اسی ترتیب سے آگے چلتے ہیں:

مرزا قادیانی کے الہام انی وجیہ فی خضرتی اختر تک نفسی ک ے متعلق مرزا قادیانی کے ترجمان بٹالوی صاحب یوں رقم طراز ہیں:

’’ایسا ہی اس فقرہ عربی کا جس میں مولف کی نسبت لفظ اختر تک (یعنی تجھے میں نے چن لیا وارد ہے اور وہ آیت نمبر ۱۱ کے بعد رسالہ نمبر ۶ میں بصفحہ ۱۷۳ منقول ہے) مؤلف کے کلام سے مطلب ظاہر نہیں ہوتا مگر بہ قرینہ اور کلمات مؤلف کے جن میں صاف تصریح ہے کہ مؤلف کو پیغمبری کا دعویٰ نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چن لینے سے وحی و رسالت سے چن لینا مراد نہیں جو انبیاء علیہم السلام سے مخصوص ہے اور متعدد آیات (منقولہ حاشیہ وغیرہ) میں ان کے حق میں استعمال ہوا ہے۔ بلکہ اس چن لینے سے خاص قرب وولایت سے چن لینا جو انبیاء کے سوا اور اصفیا و اولیاء میں بھی پایا جاتا ہے۔ یا عام ہدایت اسلام و ایمان سے چن لینا (جو گنہگاران اہل ایمان میں بھی موجود ہے)مراد ہے اور ان دونوں معنوں میں اس لفظ کا استعمال بھی بہت مواضع قرآن میں پایا گیا ہے۔‘‘ (اشاعۃ السنۃ صفحہ ۲۶۰۔۲۶۱، نمبر ۹ جلد ۷)

ظلّی نبوت کے لیے بنیاد کی فراہمی

مولانا بٹالوی کیا فرماتے ہیں:

پس جس حالت میں مؤلف کی صریح کلام میں یہ باتیں کہ وہ ادنیٰ امتی ہیں اور آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور جو کچھ مؤلف کو عطا ہوا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی متابعت کا طفیل ہے، اور اصل کمالات و برکات آنحضرت ﷺ میں ہیں، مؤلف میں صرف ان کا ظل (سایہ) ہے پائی جاتی ہیں، تو اس منطوق کلام مؤلف کے مقابلے اس مفہوم کلام مؤلف کا جو صرف فریق دوم کے خیال میں آیا ہے) کیا اعتبار ہے۔ اور ان کے قول کا لازم (بزعم فریق دوم) عین ان کا قول و مذہب کیونکر ہوسکتا ہے۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۶۹۔۲۷۰ نمبر ۹ ج ۷)

نوٹ: یعنی علماء لدھیانہ نے مرزا قادیانی کے اس کلام سے یہ اخذ کرلیا تھا کہ وہ ظلّی نبوت کا دعویٰ کر رہا تھا مگر مولانا بٹالوی فرماتے ہیں کہ ظل سے یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوتی کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ بس ظل ظل ہوتا ہے، اور کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کی دلیل میں مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کی عبارت یوں نقل فرماتے ہیں۔

بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت ﷺ کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ (یہ الفاظ بھی غور و انصاف ناظرین کے طالب ہیں) اور خاکساری کے آستانے پر پڑکر بالکل اپنے نفس سے گئے گزرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفاّ شیشے کی طرح پا کر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجود بے نمود کے ذریعے سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے، یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اسی کے لائق ہوتی ہیں (یہاں بھی نظر انصاف ہو) اور وہی ان کا مصداق اتم ہوتا ہے مگر چونکہ متبع سنن ان سرور کائنات کا اپنے غایت اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لیے کہ جو باوجود نبوی ہے مثل ظل کی ٹھہر جاتا ہے (یہاں بھی غور ہو) اس لیے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کی اصل میں ہے ایک ایسا امر ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ (اشاعۃ السنہ ص ۱۷ ۲ نمبر ۹ ص ۷)

مرزا قادیانی کے الہام قرآن تھے یا مثل قرآن

مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کا دفاع کرتے ہوئے اپنے ریویو میں قادیانی کے الہامات کو نقل کرتے ہوئے یہ عبارت استعمال کرتے ہیں، جب انہی آیات سے خدا تعالی نے ان کو مخاطب کیا تو ان الفاظ میں (نہ آیات قرآن میں) وہ اپنے آپ کو اس کا مصداق سمجھتے ہیں۔ اس فقرے کو مولانا بٹالوی نے ہر الہام کے ساتھ دہرایا ہے گویا کہ مولانا بٹالوی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ قرآن کی آیات نہیں ہیں بلکہ مرزا صاحب کے علیحدہ الہامات ہیں۔ اس پر علماء لدھیانہ اور کچھ علماء امرتسر نے اعتراض کیا تو مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کی یوں وکالت کرتے ہیں اور بڑی دلچسپ بحث کرتے ہیں۔ یہ تمام تاویلات مولانا بٹالوی نے خود کی ہیں۔ مرزا قادیانی کے خواب وخیال میں بھی یہ تاویلیں نہیں ہوں گی۔

قرآن میں تو وہ ان آیت کو ان ہی مواقع اور معانی سے مخصوص سمجھتے ہیں جن

سے وہ (قرآن یا پہلی کتابوں میں) مخصوص ہیں۔اپنی شمولیت یا خصوصیت اور اپنے حال کے مناسب کوئی امر مراد خداوندی قرار دیتے ہیں تو انہی الفاظ آیات یا فقرات میں جو خدائے تعالیٰ نے اس زمانے میں ان کے خطاب والہام میں فرمائے ہیں جس کو بہ نظر ولحاظ ان کے مخاطب کے کوئی قرآن نہیں کہہ سکتا اور نہ ان کے معانی اور مراد کو جن کی مؤلف نے تشریح کی ہے کوئی خاصہ انبیاء سمجھتا ہے۔

بالجملہ جو اہل اسلام میں قرآن کہلاتا ہے اس کے نزول کا مؤلف کو دعویٰ نہیں ہے اور نہ ان کمالات کے حصول کا دعویٰ ہے جو انبیاء سے مخصوص ہیں اور نہ معانی آیات قرآنی سے ان کو تعرض ہے اور جس کے نزول وحصول کا ان کو دعویٰ ہے اور اس کی تفسیر وتاویل سے انہوں نے تعرض کیا ہے وہ بلحاظ مخاطب قرآن نہیں کہلاتا۔اور نہ اس کا حصول خاصہ انبیاء ہے۔(اشاعۃ السنہ ص ۲۶۲۔ ۲۶۳ نمبر ۹ جلد ۷)

آگے چلیے:

اس پر مولوی صاحب امرتسری (سرگروہ فریق اوّل کا یہ اعتراض جو بصفحہ ۱۷۴ نمبر ۶ جلد ۷ میں گزرا) کہ جو آیات غیر نبی کے الہام میں پائی جاتی ہیں وہ قرآن نہیں تو صورت والفاظ میں مثل قرآن تو ہیں۔اس سے قرآن کا دعویٰ تحدّی واعجاز ٹوٹتا ہے نہایت تعجب کا مورث اور کمال افسوس کا محل ہے۔خدا جانے اس بزرگ کے فہم کو کیا ہو گیا ہے۔کہ ایسی باتیں اس کی قلم وزبان سے نکلتی ہیں۔اور زیادہ تر افسوس ان لوگوں پر ہے جو صاحب فہم سلیم وحواس مستقیم کہلاتے ہیں اور کسی قدر پڑھے لکھے بھی ہیں پھر وہ اپنے سرگروہ (معترض) کی ایسی باتوں کو بے سوچے بن سمجھے بسروچشم قبول کر لیتے ہیں۔یہ سب حضرات استاذ وشاگرد اتنا نہیں سمجھتے کہ ان آیات کو جو غیر نبی کے الہام میں پائی جاتی ہیں مثل قرآن کیونکر کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ قرآن میں موجود ہیں۔ان کو قرآن نہ کہنا تو صرف اس نظر سے ہے کہ اس وقت اس کا مخاطب وملہم غیر نبی ہے۔حقیقت میں تو یہ وہی آیات ہیں جو قرآن میں موجود ہیں اور اس نظر سے کہ قرآن میں ان کے مورد نزول ومخاطب آنحضرت ہیں، وہ قرآن کہلاتی ہیں۔اور ایک کلام کو ایک ہی وقت میں

مخاطب (یا متکلّم) کے لحاظ سے قرآن اور غیر قرآن کہنا اہل علم کے نزدیک مستبعد و محل اعتراض نہیں ہے۔اور کلام ہمیشہ مخاطب یا متکلّم کے اختلاف سے (باوجودیکہ اس کے الفاظ صورت کچھ نہ بدلے) مختلف نام رکھواتا ہے۔کبھی ایک کلام جبکہ اس کا متکلّم (مثلاً خدا تعالیٰ کو ٹھہرایا جائے۔کلام رحمانی کہلاتا ہے۔کبھی وہی کلام جبکہ اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے شیطانی یا فرعونی کلام کہلاتا ہے۔اس کی تمثیل میں ہم دو کلام قرآن سے پیش کرتے ہیں۔قرآن میں ایک یہ کلام ابلیس سے منقول ہے۔اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ (میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو نے ہی خود آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے)اور ایک یہ کلام فرعون سے اَنَا رَبُّكُمُ الۡاَعۡلٰی (میں تمہارا بڑا رب ہوں)ان دونوں کو اگر یوں خیال کریں کہ یہ ابلیس و فرعون کے کہے ہوئے ہیں۔(خواہ کسی زبان میں انہوں نے کہے ہوں) تو یہ کلام شیطانی و فرعونی کہلاتے ہیں اور اگر بعینہٖ ان دونوں کی نسبت یہہ خیال کریں کہ یہ بہ ضمن حکایت ابلیس و فرعون یہ کلام خدا میں پائے گئے ہیں تو یہ کلام رحمانی اور جزو قرآن کہلاتے ہیں۔ایسا ہی اختلاف مخاطب کے سبب اختلاف کلام کو سمجھنا چاہئے۔جو کلام خدائے تعالیٰ نے آنحضرت کے خطاب میں فرمایا ہے اور وہ ایک کتاب (معروف) میں درج ہو کر مسلمانوں میں پڑھا جاتا ہے، وہ قرآن کہلاتا ہے۔وہی کلام اگر کسی غیر نبی کے خطاب میں اور پہلی کتاب توراۃ، انجیل وغیرہ میں یا کسی ولی کے الہام میں خدا نے فرمایا ہے تو وہ قرآن نہیں کہلاتا۔گو حقیقت میں وہ بعینہٖ وہی کلام ہے جو قرآن میں پایا جاتا ہے۔بالجملہ یہاں بجز ایک کلام دوسرا کلام نہیں ہے جس کو مثل نظیر کہا جاسکے۔

یہ بات معترض کے خیال میں بھی آئی ہے اور بناء علیہ اس نے اعتراض مقابلہ بالمثل سے آنکھ بند کر کے خود یہ خیال کر لیا یا کسی کو اس خیال پر پایا ہے کہ ان الہامات میں اقتباس بقرآن پایا جاتا ہے، پھر اس پر یہ اعتراض جڑ دیا ہے کہ اقتباس بقرآن کو تو فقہا نے کفر قرار دیا ہے۔ان الہامات میں اقتباس بقرآن کیوں کیا گیا۔لیکن اس اعتراض کے وقت بھی اتنا نہ سوچا کہ فقہا نے کس اقتباس کنندہ کو کافر کہا ہے اور یہاں اقتباس کنندہ

کون ہے۔

بزرگ آدمی! فقہاء کے نزدیک (آپ کے زعم میں نہ نفس الامر میں) اقتباس کرنے سے کافر ہوتے ہیں تو انسان یا مسلمان جو انسان ہو کر کلام خدا سے اقتباس کرتے ہیں اور ان الہامات میں (اگر اقتباس بہ قرآن ہے) تو اقتباس بہ قرآن کرنے والا خود خدا ہے۔ جو کبھی کسی فعل سے اور کسی فقیہ کے فتویٰ سے کافر نہیں ہو سکتا۔ اور اگر خدا کی نسبت بھی اس اقتباس کے سبب آپ فتویٰ کفر دیتے ہیں تو بتاویں کہ اس فتویٰ میں آپ کا پیشوا و مقتدا کون ہے اور کس کتاب فقہ چھوٹی یا موٹی نئی یا پرانی میں لکھا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ اپنے کسی کلام میں اپنے دوسرے کلام سے اقتباس کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے اس کا جواب آپ دیں خواہ نہ دیں ان الہامات میں آپ کی تجویز اقتباس اور اس پر مقتبس کی تکفیر سے اتنا تو ثابت ہوا کہ آپ اس کلام کو بعینہٖ قرآن سمجھتے ہیں۔ تب ہی اس پر اقتباس کا اعتراض کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی وہ آیات مثل قرآن نہیں عین قرآن ہیں اور وہ اعتراض آپ کا بے سوچ بن سمجھے قلم سے نکل گیا ہے۔ اس مقام میں پھر معترض کے فہم پر افسوس کرتا ہوں اور زیادہ تر ان لوگوں پر جو صاحب فہم و حواس کہلا کر معترض کے ایسے اعتراضوں کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ (اشاعة السنہ ۲۶۳ تا ۲۶۷ نمبر ۹ جلد ۷)

یہاں پر مولانا بٹالوی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہوئے مرزا قادیانی کے الہامات کو صحیح قرار دیکر اس پر کیا جانے والا ہر اعتراض رَدّ کیا ہے

آگے چلئے: مولانا بٹالوی کے نزدیک مرزا کے الہامات اگر مثل قرآن ہیں تب بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

اور اگر بر سبیل تنزّل اور بطور فرض ان آیات مُلہمہ کا مثل قرآن ہونا ہی مان لیں تو بھی قرآن کا بے مثل ہونا باطل نہیں ہوتا اور نہ اس کا دعویٰ اعجاز و تحدّی ٹوٹتا ہے۔ یہاں اگر بقول معترض قرآن کی مثل پائی گئی ہے تو وہ خود خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کسی مخلوق (جن و انس) کی طرف سے۔ اور جس مثل قرآن کی خدائے تعالیٰ

نے نفی کی ہے اور بناء علیہ قرآن معجز و بے مثل کہلاتا ہے اور منکرین سے تحدّی (طلب معارضہ ومقابلہ بالمثل) کرتا ہے اس سے مخلوق کی بنائی ہوئی مثل مراد ہے نہ وہ مثل جس کو خود خدا نازل کرے خدائے تعالیٰ نے جہاں مثل کا مطالبہ کیا ہے وہاں منکرین قرآن (جن وانسان) کو مخاطب کیا ہے چنانچہ مشرکین مکہ کو فرمایا ہے کہ: وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ (بقرع ۳) ''تم کو قرآن کی منجانب اللہ نازل ہونے میں شک ہے تو تم کوئی سورت مثل قرآن بنالاؤ۔'' قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا۔ (بنی اسرائیل ع ۱۰) دوسری آیت میں یوں فرمایا ہے کہ اگر آدمی اور جن مل کر اس بات پر اتفاق کریں کہ اس قرآن کی مثل بنالائیں تو نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں۔

ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی مثل مخلوق سے نہیں بنائی جاتی، نہ یہ کہ خدائے تعالیٰ بھی اس کی مثل بنانے پر قادر نہیں۔ بناء علیہ اگر آیات ملہمہ کو (جو خدا کی طرف سے مؤلف براہین احمدیہ پر نازل ہوئی مانی جاتی ہیں) مثل قرآن بھی مان لیا جائے تو اس سے قرآن کا وہ دعویٰ کہ اس کی مثل بنانے پر جن وانس قادر نہیں ہیں اور وہ جن وانس کی بنائی ہوئی مثل نہیں رکھتا کہاں باطل ہوتا ہے۔ اس مقام میں مجھے پھر معترض کے فہم پر افسوس کرنے کا موقع ملا ہے اور زیادہ ان لوگوں پر افسوس کرنے کا جو اہل علم کہلا کر معترض کی ایسی باتوں میں اس کی تقلید کرتے ہیں اور بے سوچے بن سمجھے ان باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اتنا نہیں سوچتے کہ بہ شق فرض نزول آیات قرآن غیر نبی پر ان آیات کا نزول خدا کی طرف سے ہے۔ پھر اگر وہ مثل قرآن ہوں بھی تو اس سے قرآن کا کیا نقصان ہے اور ایسی مثل قرآن کے نفی ومحال ہونے پر عقلی یا نقلی کون سی دلیل قائم ہے۔

استدلال فریق دوم کا ایک جواب تمام ہوا کہ مؤلف کو ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ آیات قرآن کا مورد ونزول ومخاطب میں ہوں اور نہ یہ دعویٰ ہے کہ جو کمالات انبیا میں

پائے جاتے ہیں وہ مجھ میں متحقق ہیں اور جن الہامات وکلمات مؤلف سے فریق دوم نے یہ دعاوی نکالے ہیں ان سے یہ دعاوی ہرگز نہیں نکلتے۔ پھر ان کی نسبت فریق دوم کا یہ گمان بدوظن فاسد کہ ان کو در پردہ پیغمبری کا دعویٰ ہے بہتان وافترا نہیں تو کیا ہے۔

دوسرا جواب ہم نے بطور تنزّل وفرض محال یہ بھی مان لیا کہ جن باتوں کی ہم نے جواب اوّل میں نفی کی ہے وہ مؤلف کے کلام سے ضرور نکلتی ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کے کلام کی تصحیح وتشریح میں کہا ہے وہ سب غلط ہے پھر بھی جو کچھ ان کے ذمے لگایا جاتا ہے ان کے کلام کا مفہوم ولازم ہوگا اس کو صریح منطوق کلام مؤلف تو کوئی نہ کہہ سکے گا کیونکہ مؤلف نے صریح کہیں نہیں کہا کہ قرآن مجھ پر نازل ہوا ہے اور نہ کہیں صریح پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور نہ یہ صریح کہا ہے کہ جو کمالات انبیاء میں پائے جاتے ہیں وہ مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ یہ باتیں فریق دوم (علماء لدھیانہ) کو ان کے کلام سے مفہوم ہوئی ہیں اور بزعم فریق دوم مؤلف کے دعاوی سے لازم آئی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں ہوتا اور نہ مفہوم کلام بمقابلہ منطوق لائق اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ (اشاعۃ السنۃ صفحہ ۲۶۷ تا صفحہ ۲۶۹ نمبر ۹ جلد ۷)

مریم سے مراد مرزا قادیانی ہے (مولانا بٹالوی کی تصریح)

اس تحریر میں مولانا بٹالوی مرزا قادیانی کے اس الہام یَامَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ پر علماء لدھیانہ کے اعتراض کا اس طرح جواب دے رہے ہیں۔

اس اعتراض کا ماحصل یہ ہے کہ ان الہامات میں بعض غلطیاں ہیں جن سے الہام ھُزِّیْ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ میں مؤلف کا بہ صیغہ تانیث خطاب اور الہام یَامَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ میں مریم علیہا السلام کا صیغہ تذکیر سے خطاب۔

الجواب: پہلے الہام میں غلطی کا دعویٰ محض افترا ہے۔ کتاب میں لفظ ھُزِّیْ یا سے جو صیغہ ثانیث ہے کہیں نہیں اس میں بصفحہ ۲۲۶ لفظ ھُزّ بحذف یا ہے اور الہام یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ میں لفظ مریم سے مؤلف مراد ہے جس کو ایک روحانی مناسبت کے سبب مریم سے تشبیہ دی گئی ہے۔ وہ مناسبت یہ ہے کہ جیسے حضرت

مریم علیھا السلام بلا شوہر حاملہ ہوئی ہیں۔ چنانچہ ظاہر قرآن کی دلالت ہے۔ اور انجیل میں تو اس پر صاف تصریح ہے۔ (دیکھو اشاعت السنہ نمبر ۲ و ۳ جلد ۴) ایسے ہی مؤلف براہین بلا تربیت وصحبت کسی پیر، فقیر، ولی، مرشد کے ربوبیت غیبی سے تربیت پا کر موردِ الہامات غیبیہ وعلوم لدنیہ ہوئے ہیں۔ اس تشبیہ کی ایک ادنیٰ مثال نظامی کا یہ شعر ہے جس میں انہوں نے اپنی طبیعت کو مریم سے تشبیہ دی ہے۔

ضمیرم نہ زن بلکہ آتش زن ست
کہ مریم صفت بکر آبستن ست

اس صورت میں مریم کا خطاب بہ صیغہ تذکیر محل اعتراض نہیں اور اس کے لیے زوج کا اثبات بھی مستبعد نہیں اور یہاں تو زوج سے مؤلف کی اتباع و رفقاء مراد ہیں (دیکھو صفحہ ۲۶۰ رسالہ ہذا) (اشاعۃ السنہ ص ۲۸۰ نمبر ۹ جلد ۷)

ماشاءاللہ کیا خوب کہی مرزا قادیانی کے ساتھ کیا خوب دوستی نبھائی جارہی ہے مرزا قادیانی کی ایک ایک اداء کو قابل تقلید مثال بنایا جارہا ہے مرد کو عورت عورت کو مرد بنایا جارہا ہے جبھی تو بعد میں مرزا قادیانی نے اس قسم کے دعوے کئے ہیں۔

1: میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ کیا گیا۔ آخر کئی مہینہ کے بعد (جو مدت حمل دس مہینہ سے زیادہ نہیں) مجھے مریم سے عیسیٰ بنا دیا گیا۔ (کشتیٔ نوح صفحہ ۴۶ از مرزا قادیانی)

2: بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تجھ میں حیض کو دیکھے یا تیری کسی ناپاکی پر اطلاع پائے تجھ میں حیض نہیں رہا بلکہ وہ حیض خوب صورت بچہ بن گیا جو بمنزل اطفال اللہ ہے۔ (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۱۴۳ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کے انگریزی الہامات اور مولانا بٹالوی

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کے انگریزی الہامات کا بھی بھرپور دفاع کیا ہے۔ علماء لدھیانہ جنہوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا اور علماء امرتسر جنہوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی تو نہیں دیا تھا البتہ مرزا قادیانی کے دعوؤں کے انگریزی الہامات پر بھی اعتراض کیا تھا جس میں کچھ علماء نے انگریزی پڑھنے کو

کفر قرار دیا تھا (اس کی تصریح مولانا بٹالوی نے نہیں کی کہ وہ علماء لدھیانہ تھے یا امرتسر) اس پر مولانا بٹالوی نے انگریزی الہامات کے حق میں دلائل دیکر یوں فرمایا کہ:

اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ باوجودیکہ مؤلف براہین احمدیہ کی مادری زبان ہندی ہے اور مذہبی و علمی زبان عربی اور صرف علمی و استعمالی فارسی۔ انگریزی نہ ان کی مادری زبان ہے نہ مذہبی نہ علمی نہ اس زبان سے ان کو کسی قسم کی واقفی ہے پھر ان کو انگریزی میں کیوں الہام ہوتے ہیں اس کا سرّ وفائدہ کیا ہے تو یہ سوال لائق خطاب و مستحق جواب ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زبان میں (جس سے مؤلف کی زبان، کان، دل، خیال کسی کو آشنائی نہ تھی) مؤلف کو الہام ہونے میں ایک فائدہ وسرّ تو یہ ہے کہ اس میں سامعین ومخاطبین کو مؤلف کی طبیعت یا خیال کی بناوٹ کا احتمال وگمان نہ ہو۔ ہندی، فارسی، عربی (جو ان کی مادری ومذہبی وعلمی زبانیں ہیں) کے الہامات میں یہ بھی احتمال اور مترددِین کو خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ الہامات مؤلف نے خود عمداً بنا لیے ہیں یا بلا ارادہ واختیار ان کو حالت خواب میں ان کے دماغ وخیال نے گھڑ لیے ہیں۔ اس گھڑت وبناوٹ کا خیال الہامات انگریزی میں (جس سے صاحب الہام کی زبان، کان، دل وخیال کو کسی قسم کا تعلق نہیں) کوئی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ طبیعت وخیال کو اسی چیز تک رسائی ہوتی ہے جس سے اس کو کسی وجہ سے تعلق ہو۔ ہندی نژاد (جو عربی سے محض ناآشنا ہو) کا خیال عربی نہیں بنا سکتا جیسا مچھلی اُڑ نہیں سکتی اور چڑیا تیر نہیں سکتی۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۸۱ تا ۲۸۲ نمبر ۹ ج ۷)

مرزا قادیانی انگریزی میں اُمّی تھا پھر بھی انگریزی سمجھتا اور بولتا تھا

مولانا بٹالوی نے اس معاملے میں مرزا قادیانی کا بھرپور دفاع کیا۔ اس کو اُمّی بنا کر اس سے انگریزی میں الہامات صادر کروا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ یہ ایک قسم کی خرق عادت ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرزا قادیانی کو عطا ہوئی اس کی تفصیل کئی صفحات میں ہے تاہم قارئین کے ذوق کے لیے کچھ تراشے پیش کئے جاتے ہیں۔ مولانا بٹالوی فرماتے ہیں۔

دوسرا فائدہ وسرّ الہام انگریزی زبان کا یہ ہے کہ اس وقت مؤلف کے مخاطب اور اسلام کے منکر ومخالف (عیسائی آریہ برہمو وغیرہ) اکثر انگریزی خوان ہیں۔ان کا افہام یا افحام (ساکت کرنا) جیسا کہ الہامات انگریزی سے ممکن ہے عربی یا فارسی وغیرہ الہامات سے ممکن نہیں۔عربی وغیرہ مشرقی زبانوں کے الہامات کو (وہ ان کے مضامین سے آنکھ بند کر کے) یقینا مؤلف کا ایجاد طبع سمجھتے۔اب (جبکہ وہ انگریزی الہامات پڑھتے اور مؤلف کا انگریزی زبان سے محض اُمّی واجنبی ہونا سنتے ہیں) وہ ان الہامات مؤلف کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور بے اختیار ان کو خرق عادت و برخلاف عام قانون قدرت (جن کو وہ غلطی سے قدرت خداوندی کا پیمانہ سمجھ رہے تھے) ماننے لگے ہیں۔(اشاعۃ السنہ ص ۲۸۵ نمبر ۹ جلد ۷)

آگے فرماتے ہیں:

ایسا ہی مجھے اور انگریزی خوانان اہل انصاف سے توقع ہے کہ اگر وہ بچشم انصاف انگریزی الہامات مؤلف کو پڑھیں یا بگوش انصاف سنیں اور ساتھ ہی اس کے ان کو یہ بھی تصدیق ہو کہ مؤلف انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا تو وہ اس امر کا کرامت ہونا مان لیں۔(اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۸۶ نمبر ۹ جلد ۷)

آگے مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

ہر چند قبل تسلیم الہام مؤلف یہ الہامات انگریزی زبان ان لوگوں پر حجت نہیں ہو سکتے۔مگر جب وہ انصاف سے کام لینگے اور اس بات کو کہ مؤلف براہین احمدیہ انگریزی کا ایک حرف نہیں جانتا اے بی سی کی صورت تک نہیں پہچانتا متواتر شہادت سے محقق کر لیں گے اور ان الہامات کے مضامین مشتمل اخبار غیب کو (جن پر کوئی بشر بذات خود قادر نہیں) انصاف کی نظر سے دیکھیں گے تو انصاف ان کو ان الہامات کی تسلیم پر مجبور کر دے گا۔اس وقت ان کو اس مسئلہ قدیمہ شریعت محمدیہ کا بامشاہدہ الہام سے ثبوت ملے گا۔

ان کو انصاف نصیب نہ ہوگا تو یہ فائدہ انہی لوگوں کو ہوگا جو مؤلف کو سچا جانتے ہیں اور ان کے الہامات کو مانتے ہیں اور اس سے پہلے وہ انگریزی زبان کو برا سمجھتے تھے

اور انگریزی پڑھنے والوں کو سخت حقارت سے دیکھتے تھے اب ان سے امید ہے کہ وہ اس متعصّبانہ جاہلانہ خیال کو دماغ سے نکال دیں گے۔ اور دنیاوی اغراض کے لیے جیسے اپنے بچوں کو فارسی ہندی سکھاتے ہیں انگریزی بھی سکھائیں گے اور اسباب ترقی حسن معاشرت سے جس میں اور لوگ بڑھے جاتے ہیں اور یہ باوجود طلب محض جہالت و تعصب سے پس ماندہ ہیں حصہ پائیں گے۔ (ایضاً ص ۲۸۸)

مرزا قادیانی کی غلط انگریزی پر بٹالوی صاحب کی صفائی

مرزا قادیانی جب اپنے الہامات انگریزی میں ظاہر کرتا تھا تو اس میں کافی غلطیاں پائی جاتی تھیں جس پر انگریزی پڑھے لکھے لوگ کچھ اعتراض کرتے تھے۔ اس پر بھی بے چارے مولانا بٹالوی اس پر بھی اس کا دفاع کرتے رہے۔

بعض انگریزی خوان ان الہامات انگریزی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کی انگریزی اعلیٰ درجہ کی فصیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ درجے کی فصاحت تو قرآن ہی کا معجزہ ہے جو بجز قرآن کسی مسلم الثبوت کتاب آسمانی میں بھی نہیں پایا جاتا پھر ان الہامات میں اعلیٰ درجے کی فصاحت نہ پائی گئی تو کونسا محل اعتراض ہے۔ یہاں صرف غیر زبان میں الہام ہونا ہی (معمولی طور پر کیوں نہ ہو) خرق عادت اور کرامت ہے اور آنحضرت ﷺ کا (جن کی امت میں یہ الہام ہوا) معجزہ ہے۔ بعض یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ان الہامات کی انگریزی میں غلطیاں بھی ہیں جیسے اس فقرہ ملہمہ میں (جو بصفحہ ۴۸۰ کتاب موجود ہے) ''آئی کین ویٹ آئی ول ڈو'' لفظ ویٹ غلط ہے صحیح اس مقام میں لفظ وہٹ چاہئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس غلطی کا الہام سے ہونا متعین و متیقّن نہیں جائز و ممکن ہے کہ الہام میں لفظ وہٹ ہو، مؤلف نے اس وجہ سے کہ وہ اس زبان اور حروف سے محض اجنبی و امی ہے ویٹ پڑھ لیا ہو جو لفظ وہٹ کا ہم شکل و مشابہ ہے جیسے لفظ ویٹ جو کتاب میں مکتوب ہے اسی تشابہ کے سبب وہٹ پڑھا جا سکتا ہے چنانچہ ایک لائق انگریزی خواں

(سٹیشن ماسٹر بٹالہ) سے اس غلطی کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا میں نے تو اس لفظ کو وہٹ ہی پڑھا تھا۔

بعد تحریر اس جواب کے اسی دن (جس دن یہ جواب لکھا جا چکا تھا) جناب مؤلف اس شہر بٹالہ میں جہاں میں اب ہوں تشریف لائے اور آپ کی ملاقات کا اتفاق ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ انگریزی الہامات آپ کو کس طور پر ہوتے ہیں۔انگریزی حروف دکھائے جاتے ہیں یا فارسی حروف میں انگریزی فقرات لکھے ہوئے دکھائے جاتے ہیں۔انہوں نے جواب میں فرمایا کہ فارسی حروف میں انگریزی فقرات مکتوب دکھائے جاتے ہیں جس سے مجھے اپنی تجویز کا یقین ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ غلطی ہے تو مؤلف کے فہم کی غلطی ہے جنہوں نے وہٹ کو ویٹ پڑھا اصل الہام کی غلطی نہیں۔اور ایسی غلطی فہم یا تعبیر (جس سے کوئی گمراہی پیدا نہ ہو اور نہ اس سے صدق ملہم یا الہام میں فرق آوے) ایسے الہام مشتبہ یا مبہم میں کوئی نئی بات نہیں اور نہ محل تعجب و انکار ہے۔اس قسم کی غلطیاں پہلے **ملھمین** مسلّم الالہام سے بھی ہو چکی ہیں اور یہ ان کے الہام میں خلل انداز نہیں سمجھی گئیں۔(ایضاً ص ۲۹۰۔۲۹۱)

مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی نہیں رحمانی ہیں (از مولانا بٹالوی)

ایک اور تراشہ ملاحظہ فرمایئے جس میں مولانا بٹالوی علماء لدھیانہ کو نہیں بلکہ اپنے ہم مسلک (اہلحدیث غیر مقلّد) علماء کو کوس رہے ہیں کیونکہ امرتسر کے کچھ غیر مقلّد علماء نے مرزا قادیانی کے دعووں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔اس پر مولانا محمد حسین بٹالوی کو بڑا دکھ اور افسوس تھا کہ وہ لوگ میرے اور مرزا قادیانی کے ہم مسلک ہونے کے باوجود معترض ہیں کہ مرزا قادیانی کے الہامات کہیں شیطان کے ذریعہ سے نہ اتر رہے ہوں اس کی صفائی کے لیے مولانا بٹالوی مستعد ہو گئے۔اور یہاں تک کہہ گئے کہ اگر اس کی صفائی میں کوئی مجھ پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

شاید امرتسری معترضین و منکرین جو اہل حدیث کہلا کر حدیث کے نام کو بدنام کر رہے ہیں، یہ اعتراض کریں کہ انگریزی زبان کے الہام میں طبیعت خیال کی

بناوٹ کا احتمال نہیں تو یہ احتمال تو ہے کہ یہ انگریزی الہام شیطان کی طرف سے ہو جو انگریزی عربی فارسی ، ہندی وغیرہ سبھی زبانیں جانتا ہے اور اس میں غیب کی باتیں اور پیشین گوئیاں ہیں وہ شیطان نے آسمان سے چھپ کر سن لی ہوں **كَذَالِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ** یہی پہلے مشرکین عرب نے آنحضرت کے الہامات عربی کی نسبت کہی تھی ۔پس جو اس کا جواب خدائے تعالیٰ نے آنحضرت کی طرف سے دیا ہے وہی ہم اس مقام میں مؤلف براہین کی طرف سے دے سکتے ہیں۔

الجواب: سورۃ شعرا میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اسی بات کے جواب میں فرمایا ہے کہ:" **وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْن ○ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْن تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْم يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كَاذِبُوْن**))(الشعراء۹)

اس قرآن کو شیطانوں نے نہیں اُتارا اور نہ ان کو یہ طاقت ہے وہ تو آسمانوں کی خبریں سننے سے آگ کے شعلوں کے ساتھ (اب) روکے جاتے ہیں۔ہم تمہیں بتا دیں شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں۔وہ بڑے جھوٹے گنہگاروں پر اترتے ہیں اور ان کو وہ جو کچھ چوری سے (انگارے پہنچنے سے پہلے) سن پاتے ہیں پہنچاتے ہیں۔وہ اکثر باتوں میں جھوٹے نکلتے ہیں۔

اس جواب کا ماحصل (چنانچہ بیضاوی و امام رازی نے بیان کیا ہے) یہ ہے کہ قرآن جو آنحضرت پر نازل ہوا ہے دو وجہ سے القائے شیطانی نہیں ہوسکتا۔اول یہ کہ جن لوگوں کے پاس شیطان اترتے ہیں وہ اپنے افعال و اعمال میں شیطانوں کے دوست اور بھائی ہوتے ہیں۔ بڑے گنہگار اور جھوٹے۔اور یہ باتیں آنحضرت صلعم میں پائی نہیں جاتیں۔وہ تو شیطان کے دشمن ہیں اور اس کو لعنت کرنے والے جھوٹ اور گناہوں سے مجتنب اور ان سے منع کرنے والے ،دوم وہ باتیں جو شیطان لاتے ہیں اکثر جھوٹی نکلتی ہیں اور آنحضرت کے قرآن کی ایک بات بھی جھوٹی نہیں۔

یہی جواب ہم الہامات مؤلف کی طرف سے دے سکتے اور یوں کہہ سکتے ہیں

کہ شیطان اپنے ان دوستوں کے پاس آتے ہیں۔اور ان کو (انگریزی خواہ عربی میں) کچھ پہنچاتے ہیں۔

جو شیطان کی مثل فاسق و بدکار اور جھوٹے دوکاندار ہیں اور مؤلف براہین احمدیہ مخالف و موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (و اللّٰہ حسیبہ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار اور صداقت شعار ہیں اور نیز شیطانی القا اکثر جھوٹ نکلتے ہیں اور الہامات مؤلف براہین سے (انگریزی میں ہوں خواہ ہندی و عربی وغیرہ) آج تک ایک بھی جھوٹ نہیں نکلا(۔ چنانچہ ان کے مشاہدہ کرنے والوں کا بیان ہے گو ہم کو ذاتی تجربہ نہیں ہوا ، پھر وہ القاء شیطانی کیونکر ہوسکتا ہے۔کیا کسی مسلمان متبع قرآن کے نزدیک شیطان کو بھی یہ قوت قدسی ہے کہ وہ انبیاء و ملائکہ کی طرح خدا کی طرف سے مغیبات پر اطلاع پائے اور اس کی کوئی خبر غیب صدق سے خالی نہ جائے۔حاشاو کلا۔

شاید یہاں ہمارے معترض مہربان مؤلف براہین احمدیہ کے ساتھ ہم کو بھی ملائیں اور ہم پر بھی فتویٰ کفر لگائیں اور یہ فرمائیں کہ اس جواب میں مؤلف براہین کو آنحضرت سے ملایا گیا ہے اور ان کے الہامات کو وحی نبوی کی مانند تصرف شیطانی سے معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔لیکن میں ان کے فتویٰ کفر سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں خود ان پر فتویٰ کفر لگا سکتا ہوں۔جو ان کے پاس آلہ یا سانچہ یا مشین تکفیر ہے وہ میں بھی کہیں سے مستعار لے کر کام چلا سکتا ہوں۔ہاں ان کی بات کا یہ جواب دیتا ہوں کہ مؤلف براہین احمدیہ (جبکہ اس کے الہامات صادق ہوں اور ولایت مسلم)

یا اور اولیاء امت محمدیہ اپنے الہامات میں نبیوں کی مثل معصوم نہیں تو محفوظ تو ہو سکتے ہیں۔خصوصًا ان الہامات میں جو قرآن اور دین اسلام کے موافق اور مؤیّد ہوں۔ان الہامات میں حفاظت کا حصہ وہ بطور ورثہ بحکم العلماء ورثۃ الانبیاء عصمت انبیاء سے پاتے ہیں۔ان میں ان میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام عمومًا (یعنی اپنے ہر ایک الہام میں)معصوم ہوتے ہیں اور اولیا خصوصًا ان الہامات میں جو شرع نبی کے مخالف نہ ہوں)اور ان الہامات پر وہ قائم و ثابت رہے ہوں محفوظ ہوتے ہیں۔انبیاء

کے الہامات کی عامہ خلائق کو پابندی واجب ہے۔اولیاء کے الہامات کی پابندی غیر پر واجب نہیں۔الہامات انبیاءاصل ہیں۔یہ الہامات ان کی ظلّ۔

اسی مناسبت کی نظر سے ہم نے اس جواب کومؤلف کی طرف سے پیش کیا ہے۔اس پر جو چاہوفتوے لگاؤ۔یہاں بھی قلم دوات حاضر ہے۔**کما تدین تدان**

ہمارے اس بیان کی تائید رسالہ نمبر ۷ جلد ۷ میں بصفحہ ۲۱۵ وغیرہ بھی ہو چکی ہے اور پوری تائیداس کے جواب اعتراض سوم میں آتی ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ۔(ایضاً ص ۲۸۲ تا۲۸۵)

مولانا بٹالوی نے اپنی ان تصریحات میں مرزا قادیانی کو ہرقسم کے شیطانی وسوسہ سے مبرّ اقرار دے دیااس کے بعد پھر جو کچھ ہوااس کا ذمہ دار کون ہے۔یہاں پرتو مولانا بٹالوی نے علماءلدھیانہ کے ساتھ ساتھ غیر مقلّد علماء کوبھی نہیں چھوڑا جو کہ اس وقت کچھ سمجھ بوجھ رکھتے تھے۔اور مرزا قادیانی کے ساتھ مولانا بٹالوی کے تعلق ودوستی کی انتہا یہ ہے کہ اپنے اوپر بھی کفر کا فتویٰ لگانے کا چیلنج دے رہے ہیں۔

براہین احمدیہ کے لئے بٹالوی صاحب کے دعائیہ کلمات

مولانا بٹالوی نے اپنے اس ریویوکوان دعائیہ کلمات کے ساتھ ختم فرمایاہے۔

اب ہم اس ریویوکواس دعاء پرختم کرتے ہیں:

اے خدااپنے طالبوں کے رہنماان پران کی ذات سے ان کے ماں باپ سے تمام جہان کے مشفقوں سے زیادہ رحم فرما۔تواس کتاب کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے اوراس کی برکات سے ان کو مالا مال کردے۔اورکسی اپنے صالح بندہ کی طفیل اس خاکسارشرمسار گناہ گارکوبھی اپنے فیوض اوراس کتاب کی اخص برکات سے فیضیاب کر۔آمین

وللارض من کاس الکرام نصیب

(اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ ج ۷ ص ۳۴۸)

دھماچوکڑی

اوریا مقبول جان

تبصروں اور تجزیوں کا شور ہے۔ دور کی کوڑیاں ملائی جا رہی ہیں کسی کی بساط الٹ رہی ہے تو کسی کا رنگ جم رہا ہے۔ اگر کسی ایک کمرے میں بیک وقت وہ سارے پروگرام مختلف ٹیلی ویژن سیٹوں پر چلا دیئے جائیں تو اگرچہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی ہو۔ لیکن ایک بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ کچھ ہونے والا ہے۔ ہر کسی کا تجزیہ الگ ہے اور ہر کسی کا خوف مختلف۔ کسی کو ایک بات کی فکر ہے کہ اس نے جو تانا بانا تھا اور وقت آنے پر پٹاری سے جو کچھ نکالنا تھا وہ سب کا سب بے کار ہوتا جا رہا ہے۔ تو کوئی اس غم میں گھلا جا رہا ہے۔ کہ اگر حالات اسی طرح چلتے رہے تو اقتدار کا دیوان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ کسی کو آنکھوں کے سامنے آنے اولے دنوں میں جیت کے منظر دکھائی دے رہے ہیں۔ پرندے جو درختوں پر سکون سے بیٹھے ہوئے تھے اپنے ٹھکانے بدل رہے ہیں یا بدلنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ یہ تو ہے جو لوگوں کو بظاہر نظر رہا ہے۔ جسے آنے والے دنوں کی بطل جنگ کا ظاہری منظر نامہ کہا جا سکتا ہے۔ اقتدار کی جنگ ملک کے سنگھاسن پر اپنا قبضہ جمانے کی جنگ۔ یہ جنگ کب ہوتی ہے کس وقت نقارہ بجتا ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ بس اتنا معلوم ہے کہ یہ گھڑی جلد یا بدیر آنے والی ہے۔

دوسری جانب دور کی کوڑی ملانے والے سازشوں کے جال بے نقاب کرنے والے اور عالمی حالات اور عالمی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کو طشت ازبام کرنے والے نئی نئی کہانیاں لے کر منظر عام پر آرہے ہیں۔ کوئی ملک کے مفاد کو بیچنے کی داستان بیان کر رہا ہے۔ تو کوئی اس خطے میں آنے والی تبدیلیوں کی کہانی سنا رہا ہے۔ یہ سب کے سب یوں پنجوں کے بل کھڑے ہیں جیسے پتہ نہیں اگلے چوبیس، اڑتالیس یا بہتر گھنٹوں میں کچھ ہونے والا ہے۔ ہر تجزیہ نگار کے پاس ایک نئی خبر ہے اور ایک نئی کہانی۔ ہر محفل میں ایک نئی گفتگو اور مختلف بحث چھڑی ہوئی ہے۔ الف لیلیٰ کی داستانیں ہیں اور جادوئی کردار۔ سب کے نزدیک بس کسی بھی وقت کسی الہ دین کا چراغ رگڑا جائے اور اس چراغ کا جن برامد ہو کر سب کچھ تہ و بالا کر دے گا۔ یہ الہ دین ملکی بھی ہوسکتا ہے اور غیر ملکی بھی۔

آپس میں دست گریباں ہونے والوں، ایک دوسرے کے راز طشت ازبام کرنے والوں کے اپنے مزے ہیں۔ کیمرے طواف کرر ہے ہیں اور وہ غصے میں جھاگ اگلتے ہوئے، ہاتھوں میں ثبوت لہرا رہے ہیں، یہ قاتل ہے، وہ چور ہے، یہ بددیانت ہے وہ لٹیرا ہے۔ ایک دوسرے کی ذاتی زندگیاں اچھالی جارہی ہیں۔ جنہوں نے کبھی زندگی بھر عورت کا احترام نہیں کیا وہ اس کے احترام اور تقدس کے تحفظ کے نعرے بلند کرر ہے ہیں اور جنہوں نے کبھی کسی کی نجی زندگی کو شرم وحیا کی آنکھ سے نہیں دیکھا، ان کی ذاتی زندگی کی داستانیں باہر آئیں ہیں تو انہیں سخت دکھ ہورہا ہے۔ یہ سب اس قدر خوفناک ہے کہ لگتا ہے ایک دن کسی کا پیمانہ صبر لبریز ہوگا اور پھر یہ سب گفتگو تک محدود نہیں رہے گا۔ سینوں میں پلتے ہوئے غصے کے طوفان کسی ایسے آتش فشاں کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں کہ بس ایک سینے سے لاوا نکلا، ایک ہاتھ نے اپنے ہتھیار پر جنبش کی اور پھر ہر جانب بس آگ اور دھویں کا کھیل ہی نظر آئے گا۔

ان سارے منظرناموں، سارے تجزیاتی میدانوں اور نفسیاتی جنگوں سے الگ تھلگ سترہ کروڑ عوام ہیں جن کی آنکھوں میں نہ امید ہے اور نہ آس۔ جن کے دن بے چینی اور اضطراب میں گزرتے ہیں اور راتیں خوف کے سائے تلے۔ ان کا غصہ یوں پل رہا ہے کہ بس ڈھکن اٹھنے کی دیر ہے سب کچھ اس کی زد میں آجائے گا۔ کہیں کہیں اس غصے کی جھلک نظر آتی ہے تو پورے کا پورا شہر میدان جنگ بن جاتا ہے۔ یہ غصہ کسی چھوٹے سے واقعے کے بعد بھی اتنا شدید ہوتا ہے کہ لوگ قیامت برپا کردیتے ہیں۔ بس نے نوجوان کو کچلا، علاقہ آگ وخون میں نہا گیا، کسی کا کھوکھا سرکار نے گرایا لوگ میدان میں نکل آئے، بورڈ کا رزلٹ خراب ہوا عمارتوں کی عمارتیں جلادی گئیں۔ بڑے ظلم اور زیادتی پر تو یہ عالم مختلف ہوتا ہے۔ بجلی نہ ملنے پر کوئی شہر ایسا نہیں جہاں لوگوں نے گلیوں کو میدان جنگ نہ بنایا ہو۔ سیلاب سے متاثرہ بے خانما لوگ الگ ہیں۔ ڈرون حملوں میں روز مرنے والوں کے خاندانوں کا غصہ اپنی جگہ ہے۔ مسخ شدہ لاشوں کا نوحہ ایک اور طرح کے اضطراب کو جنم دے رہا ہے اور ٹارگٹ کلنگ سے بھاگ کر دوسرے مقامات پر منتقل ہونے والوں کے دکھ الگ کہانی بیان کرتے ہیں۔ کوئی شہر، گلی، محلہ یا ایسا گھر نہیں جہاں اطمینان اور سکون بستا ہو۔ ہر کوئی پریشان، ہر کوئی مضطرب، کوئی غصے میں پاگل ہوا جاتا ہے۔ اور کوئی کسی دوسرے مسیحا کے انتظار میں ہے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جن کی دعاؤں میں اس بے یقینی سے نجات کی التجائیں ہے۔ ہر کوئی تبدیلی چاہتا ہے، ہر کوئی اس عذاب سے نجات کا خواہش مند ہے۔ کوئی اللہ سے آس لگائے بیٹھا ہے اور کوئی کسی

نوآموز لیڈر سے، کسی کو فوج سے توقع ہے تو کوئی کسی پارٹی سے اس ملک کی بہتری کی خواہش لیے ہوئے ہے۔ غرض تبدیلی ہر کسی کی آرزو ہے۔

اس بے چینی، اضطراب، افراتفری اور دھاچوکڑی میں مطمئن ہیں تو اہل نظر اور اہل بصیرت۔ وہ جنہیں اللہ کی طاقت وقدرت پر کامل ایمان ہے اور جن کی دعاؤں کا مرکز ومحور دنیا کے نسل ورنگ اور علاقے کے بتکدوں میں واحد مسجد پاکستان ہے۔ اس سرزمین پر یا مسجد اللہ کے نام پر تعمیر کی جاتی ہے یا پھر یہ ملک اس نام پر تعمیر ہے۔ انہیں علم ہے کہ جب کسی قوم کی اکثریت ایک بہتر، سچے اور کھرے ماحول کی خواہش کرنے لگے تو میرے رب کا امر اترتا ہے۔ پھر وہ حالات کی تبدیلی کا حکم صادر فرما دیتا ہے۔ ایسے میں پھر کسی طالع آزما، کسی بہروپیے، کسی شعبدہ باز کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ سب ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو کر یوں ختم ہو جاتے ہیں کہ اللہ کی زمین ان کے شر سے پاک ہو جائے۔ یہ میرے اللہ کی سنت ہے کہ وہ ظالموں کو ظالموں سے مروا کر زمین پر امن قائم کرتا ہے۔ تبصرہ نگاروں، تجزیہ نگاروں اور دانش وروں کو اس کا علم ہی نہیں کہ یہ تبدیلی کا موسم نہیں صفائی کا موسم ہے۔ یہ صفائی اس مرحلے کے لئے ضروری ہے جو اب بہت قریب ہے۔ وہ مرحلہ جو اس پاکستان کی تخلیق کا مقصد اولیٰ تھا۔ وہ ملک جس نے اس کائنات کے آخری معرکہ خیر وشر میں مرکزی حیثیت حاصل کرنا ہے، وہاں تجربات کی اب مزید اجازت نہیں۔ اب تو زمین صاف ہونی ہے، اس علاقے نے امن کی دولت سے مالا مال ہونا ہے اور پھر اس پر امن سرزمین پر حق والوں کی صفیں مرتب ہونا ہیں۔ میں صرف اہل بصیرت کی بات نہیں کر رہا۔ میرے اللہ نے جس کسی کو بھی تھوڑا بہت علم آنے والے دنوں کا عطا کیا ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ 2012ء کا سورج پاکستان کا سورج ہے۔ علم الاعداد والے اس کے ہندسے 9 کو مرکزی خیال کرتے ہیں اور مایان کیلنڈر والے اس دھرتی کو ایک ایسے آتش فشاں سے تعبیر کر رہے ہیں جو دنیا کے موجودہ نقشے کو تبدیل کرنے جا رہا ہے۔ بھارت کے پنڈت اس اسال کے خوف سے کانپ رہے ہیں۔ یہ سب علوم جعلی ہی سہی، ان کی کوئی سائنسی حیثیت نہ سہی، لیکن پھر بھی ایک خوف چاروں جانب طاری ہے جس نے سیاسی تجزیہ نگاری کو بھی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ حقیقت حال کیا ہے اور اللہ کے راز اللہ ہی کے پاس ہیں لیکن آندھیوں اور جھکڑوں کے آثار آسمان میں نظر آ رہے ہیں جن میں یہ ساری دھاچوکڑی تنکوں کی طرح اڑ جائے گی اور پھر میرے ملک پر اللہ کی رحمتوں کی بارش کا نزول ہوگا۔ یہ طوفان، یہ آتش فشاں، یہ بے چینی واضطراب اب کسی شعبدہ باز یا طالع آزما کے لیے نہیں برپا ہوا۔ اس کو کچھ اور لوگوں کا استقبال کرنا ہے۔

گرم جوش استقبال

واقعۂ افک اور حضرت عائشہؓ کی برأت

حضرت عروہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن المسیبؒ، حضرت علقمہ بن وقاصؒ اور حضرت عبیداللہ بن عبداللہؒ نے نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کا واقعہ بیان کیا یعنی جس میں تہمت لگانے والوں نے آپ کے متعلق افواہ اڑائی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بری قرار دیا تھا، ان تمام حضرات نے پوری حدیث کا ایک ایک ٹکڑا بیان کیا اور ان راویوں میں سے بعض راوی کو بعض دوسرے کے مقابلے میں حدیث زیادہ بہتر طریقہ پر محفوظ تھی،

حضرت عروہؓ نے حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے یہ حدیث اس طرح بیان کی کہ جب حضور اقدس ﷺ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں سے کسی کو اپنے ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرتے جن کا نام نکل آتا انہیں اپنے ساتھ لے جاتے، آپ بیان کرتی ہیں کہ ایک غزوہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اسی طرح قرعہ ڈالا اور میرا نام نکلا، میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی، یہ واقعہ پردہ کے حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے، مجھے اونٹ پر ہودج سمیت چڑھا دیا جاتا اور اسی طرح اتار لیا جاتا، یوں ہمارا سفر جاری رہا، پھر جب رسول اللہ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ایک رات جب کوچ کا حکم ہوا میں (قضائے حاجت کے لیے) پڑاؤ سے کچھ دور رہ گئی، اور قضائے حاجت کے بعد اپنے کجاوہ کے پاس واپس آ گئی، اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میرا ظفار کے موتیوں کا بنا ہوا ہار کہیں گر گیا ہے، میں اسے تلاش کرنے لگی اور اس میں اتنی محو ہو گئی کہ کوچ کا خیال نہ رہا، اتنے میں جو لوگ میرے ہودج کو اٹھایا کرتے تھے آئے اور میرے ہودج کو اٹھا کر اس اونٹ پر رکھ دیا، جو میری سواری کے لیے متعین تھا، انہوں نے یہی سمجھا کہ میں اس میں بیٹھی ہوئی ہوں، ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، گوشت سے انکا جسم بھاری نہیں ہوتا تھا، کیونکہ کھانے پینے کو بہت کم ملتا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب لوگوں نے ہودج کو اٹھایا تو اس کے ہلکے پن میں انہیں کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی، میں یوں بھی اس وقت کم عمر تھی، چنانچہ ان لوگوں نے اس اونٹ کو اٹھایا

اور چل پڑے، مجھے ہار اس وقت ملا جب لشکر روانہ ہو چکا تھا میں جب پڑاؤ پہنچی تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، میں وہاں جاکے بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی ہوئی تھی، مجھے یقین تھا کہ جلدی ہی انہیں میری عدم موجودگی کا علم ہوجائے گا اور پھر وہ مجھے تلاش کرنے کے لیے یہاں آئیں گے، میں اپنی اسی جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ میری آنکھ لگ گئی اور میں سوگئی، صفوان معطل سلمی لشکر کے پیچھے پیچھے آرہے تھے، رات کا آخری حصہ تھا، جب میری جگہ پر پہنچے تو صبح ہو چکی تھی، انہوں نے (دور سے) ایک انسانی سایہ دیکھا کہ پڑا ہوا ہے، وہ میرے قریب آئے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، پردے کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا، جب وہ مجھے پہچان گئے تو انا للہ پڑھنے لگے میں ان کی آواز پر جاگ اٹھی اور اپنا چہرہ چادر سے چھپالیا، خدا گواہ ہے کہ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا اور نہ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا ان کی زبان سے کوئی کلمہ سنا، اس کے بعد انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور میں اس پر سوار ہوگئی، وہ خود پیدل اونٹ کو آگے سے کھینچتے ہوئے لے چلے، ہم لشکر سے اسوقت ملے جب وہ بھری دوپہر میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے، اس کے بعد جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا، اس تہمت میں پیش پیش عبداللہ بن ابی سلول منافق تھا، مدینہ پہنچ کر میں بیمار پڑگئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی، اس عرصہ میں لوگوں میں تہمت لگانے کا بڑا چرچا رہا، لیکن مجھے ان باتوں کا کوئی احساس بھی نہیں تھا، صرف ایک معاملہ سے مجھے شبہ سا ہوتا تھا کہ میں اپنی اس بیماری میں رسول اللہ کی طرف سے اس لطف و محبت کا اظہار نہیں دیکھتی تھی جو سابقہ بیماری کے دنوں دیکھ چکی تھی، حضور اقدس ﷺ اندر تشریف لاتے اور سلام کر کے صرف اتنا پوچھ لیتے کہ کیا حال ہے؟ ایک دن جب کمزوری باقی تھی تو میں باہر نکلی، میرے ساتھ ام مسطح ؓ بھی تھیں، ہم ''مناصع'' کی طرف گئے قضائے حاجت کے لیے ہم وہیں جایا کرتے تھے اور قضائے حاجت کے لیے صرف رات کو ہی جایا کرتے تھے، یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب ہمارے گھروں کے قریب ہی بیت الخلاء بن گئے تھے، اس وقت تک ہم عرب کے دستور کے مطابق قضائے حاجت آبادی سے دور جا کر کیا کرتے تھے، اس سے ہمیں تکلیف ہوتی تھی کہ بیت الخلاء ہمارے گھر کے قریب بنادیئے جائیں، بہرحال میں اور ام مسطح ؓ قضائے حاجت کے لیے روانہ ہوئے، آپ ابی رہم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں، اور آپ کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی تھیں، اس طرح آپ ابوبکر صدیق ؓ کی خالہ ہوتی تھیں، آپ کے بیٹے مسطح بن اثاثہ ؓ ہیں، قضائے حاجت کے بعد جب ہم لوگ گھر آنے لگے تو ام مسطح ؓ کا پاؤں ان ہی کی چادر میں الجھ کر پھسل گیا اس پر ان کی زبان سے نکلا مسطح برباد ہوا، میں نے کہا، آپ نے بری بات کہی، آپ ایک ایسے شخص کو برا کہتی ہیں جو غزوہ بدر میں شریک رہا ہے، انہوں نے کہا، واہ اس کی بات آپ نے نہیں سنی؟ میں نے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا ہے؟ تو انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی باتیں بتائیں،

میں پہلے سے بیمار تھی ہی، ان باتوں کو سن کر میرا مرض اور بڑھ گیا، آپؓ کہتی ہیں کہ پھر جب میں گھر پہنچی اور رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سلام کیا اور دریافت کیا کہ کیسی طبیعت ہے؟ میں نے عرض کیا کہ کیا آنحضور ﷺ مجھے اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیں گے؟ آپؓ کہتی ہیں کہ میرا مقصد والدین کے پاس جانے سے یہ تھا کہ اس خبر کی حقیقت ان سے پوری طرح معلوم ہو جائے گی، آپؓ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے گھر آ گئی، میں نے والدہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بیٹی صبر کرو، کم ہی کوئی ایسی حسین و جمیل عورت کسی ایسے مرد کے نکاح میں ہوگی جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر بھی وہ اس طرح اسے نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں، آپؓ کہتی ہیں کہ اس پر میں نے کہا سبحان اللہ! اس طرح کی باتیں دوسرے لوگ کر رہے ہیں، آپؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں رونے لگی، اور رات بھر روتی رہی، صبح ہو گئی لیکن میرے آنسو نہیں تھمتے تھے اور نہ نیند کا آنکھ میں نام و نشان تھا، صبح ہو گئی اور میں روئے جا رہی تھی، اسی عرصہ میں آنحضور ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا، کیونکہ اس معاملہ میں آپ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی تھی، آپ ﷺ نے انہیں اپنی بیوی کو جدا کرنے کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لیے بلایا تھا، آپؓ کہتی ہیں کہ حضرت اسامہؓ نے تو حضور ﷺ کو اسی مطابق مشورہ دیا جس کا انہیں علم تھا کہ آپؓ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں، اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آنحضور ﷺ کو ان سے کتنا تعلق خاطر ہے، آپ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اہلیہ کے بارے میں خیر و بھلائی کے سوا اور ہمیں کسی چیز کا علم نہیں، البتہ حضرت علیؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی ہے، عورتیں اور بھی بہت ہیں، ان کی باندی (حضرت بریرہؓ) سے بھی آپ ﷺ اس معاملہ میں دریافت فرما لیں، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ پھر آنحضور ﷺ نے بریرہؓ کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اے بریرہؓ! کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے شبہ گزرا ہو؟ انہوں نے عرض کیا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے ان میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جو چھپانے کے قابل ہو، ایک بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں، آٹا گوندھتے میں بھی سو جاتی ہیں اور اتنے میں کوئی بکری یا پرندہ وغیرہ وہاں پہنچ جاتا ہے اور ان کا گوندھا ہوا آٹا کھا جاتا ہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اس دن آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سلول کی شکایت کی، آنحضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے معشر مسلمین! ایک ایسے شخص کے بارے میں میری مدد کون کریگا جس کی اذیت رسانی اب میرے گھر تک پہنچ گئی ہے، خدا گواہ ہے کہ میں اپنی اہلیہ میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتا، اور یہ لوگ جس آدمی کا نام لے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی خیر کے سوا

میں کچھ نہیں جانتا، وہ جب بھی میرے گھر میں گئے ہیں تو میرے ساتھ گئے ہیں''۔اس پر حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ اٹھے اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کی مدد کرونگا، اور اگر وہ شخص قبیلہ اوس سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی گردن اڑادونگا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں یعنی قبیلہ خزرج کا کوئی آدمی ہے تو آپ حکم دیں، تعمیل میں کوتاہی نہیں ہوگی، آپؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوگئے، آپ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے آپ نیک آدمی تھے، لیکن آج آپ پر قومی غیرت غالب آگئی تھی، آپ نے اٹھ کر سعد بن معاذ سے کہا اللہ کی قسم! تم نے جھوٹ کہا ہے تم اسے قتل نہیں کرسکتے، تم میں اس کے قتل کی طاقت نہیں ہے، پھر اسید بن حضیرؓ کھڑے ہوئے، آپ حضرت سعد بن معاذؓ کے چچازاد بھائی تھے، آپ نے سعد بن عبادہؓ سے کہا کہ خدا کی قسم! تم جھوٹے ہو، ہم اسے ضرور قتل کریں گے، تم منافق ہو کہ منافقوں کی طرف داری میں لڑتے ہو، اتنے میں دونوں قبیلے اوس وخزرج اٹھ کھڑے ہوئے اور نوبت قتل وقتال تک پہنچ گئی، رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے، آپ ﷺ لوگوں کو خاموش کرنے لگے، آخر سب لوگ خاموش ہوگئے، اور آنحضور ﷺ بھی خاموش ہوگئے، آپؓ کہتی ہیں کہ اس دن بھی میں برابر روتی رہی، نہ آنسو تھمنے تھے اور نہ نیند آتی تھی، بیان کرتی ہیں کہ جب (اگلے دن) صبح ہوئی تو میرے والدین میرے پاس ہی موجود تھے۔دو راتیں اور ایک دن مسلسل روتے ہوئے گزر گیا تھا، اس عرصہ میں نہ مجھے نیند آئی اور نہ آنسو تھمتے تھے، والدین سوچنے لگے کہ روتے روتے میرا دل نہ پھٹ جائے، بیان کیا کہ ابھی وہ اسی طرح میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں روئے جارہی تھی کہ قبیلہ انصار کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی، وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگیں، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لائے اور بیٹھ گئے، آپؓ بیان کرتی ہیں کہ جب سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی اس وقت سے اب تک آنحضور ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے، آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک اس معاملہ میں انتظار کیا اور آپ ﷺ پر اس سلسلہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی، آپؓ کہتی ہیں کہ بیٹھنے کے بعد آنحضور ﷺ نے تشہد پڑھا اور فرمایا ''امابعد! اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے اس طرح کی اطلاعات پہنچی ہیں، پس اگر تم بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت خود کریگا، لیکن اگر تم سے غلطی سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرلیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول کرلیتے ہیں، آپؓ کہتی ہیں کہ جب آنحضور ﷺ اپنی گفتگو ختم کرچکے تو میرے آنسو اس طرح خشک ہوگئے جیسے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہو، میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے، انہوں نے فرمایا: خدا گواہ ہے، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس

بارے میں کیا کہنا ہے، پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آنحضور ﷺ کی باتوں کا میری طرف سے جواب دیجئے، انہوں نے بھی یہی کہا کہ خدا گواہ ہے مجھے نہیں معلوم کہ میں آپ ﷺ کیا عرض کروں؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پھر میں خود ہی بولی، میں اس وقت نوعمر لڑکی تھی، میں نے بہت زیادہ قرآن بھی پڑھا تھا (میں نے کہا) خدا گواہ ہے، میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان افواہوں کے متعلق جو کچھ آپ لوگوں نے سنا ہے وہ آپ لوگوں کے دل میں جم گیا ہے اور آپ لوگ اسے صحیح سمجھنے لگے ہیں، اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں ان تہمتوں سے بری ہوں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں واقعی بری ہوں تو آپ لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے، لیکن اگر میں تہمت کا اعتراف کروں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے قطعاً بری ہوں تو آپ لوگ میری تصدیق کرنے لگیں گے، اللہ گواہ ہے کہ میرے پاس آپ لوگوں کے لیے کوئی مثال نہیں ہے سوائے یوسفؑ کے والد (حضرت یعقوبؑ) کے اس ارشاد کے کہ آپ نے فرمایا تھا: ''پس صبر ہی اچھا ہے اور تم جو بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی مدد کرے''۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ پھر میں نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی، آپؓ کہتی ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت ضرور کرے گا، لیکن خدا گواہ ہے، مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی وحی نازل فرمائے گا جس کی تلاوت کی جائیگی، میں اپنی حیثیت اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں وحی متلو نازل فرمائیں۔ ہاں البتہ مجھے اس کی توقع ضرور تھی کہ حضور اکرم ﷺ میرے متعلق کوئی خواب دیکھیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ میری برأت کر دیں، بیان کرتی ہیں کہ خدا گواہ ہے، رسول اللہ ﷺ ابھی اپنی اسی مجلس میں تشریف فرما تھے، گھر والوں میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور وہی کیفیت آپ ﷺ پر طاری ہوئی جو وحی کے نزول کے وقت طاری ہوتی تھی، یعنی آپ ﷺ پسینے پسینے ہو گئے، اور سینہ موتیوں کی طرح جسم اطہر سے ڈھلنے لگا، حالانکہ سردی کے دن تھے، یہ کیفیت آپ ﷺ پر اس وحی کی شدت کی وجہ سے ہوتی تھی جو آپ ﷺ پر نازل ہوتی تھی، بیان کرتی ہیں کہ پھر جب آنحضور ﷺ کی کیفیت ختم ہوئی تو آپ تبسم فرما رہے تھے اور سب سے پہلا کلمہ جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا کہ ''عائشہ! اللہ نے تمہیں بری قرار دیا ہے''،

میری والدہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ، آپؓ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ خدا گواہ ہے، میں آپ ﷺ کے سامنے ہرگز کھڑی نہیں ہونگی اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی حمد نہیں کرونگی، اللہ تعالیٰ نے جو آیت نازل کی تھی وہ یہ تھی:

''ان الذین جآو بالافک عصبة منکم لاتحسبوہ''، مکمل دس آیات تک، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات

میری برأت میں نازل کر دیں تو ابوبکر صدیقؓ جو مسطح بن اثاثہ کے اخراجات ان سے اوران کی محتاجی کہ وجہ سے خود برداشت کرتے تھے آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ خدا کی قسم! اب میں مسطح پر ایک دھیلا بھی خرچ نہیں کرونگا، اس نے حضرت عائشہؓ پر کیسی کیسی تہمتیں لگا دی ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

ولا یاتل اولو الفضل منکم والسعة ان یوتو اولی القربی والمساکین والمھجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم}

''یعنی جو لوگ تم میں بزرگی اور وسعت والے ہیں وہ قرابت والوں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں چاہیے کہ معاف کرتے رہیں اور درگزر کرتے رہیں، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کرتا رہے، بیشک اللہ بڑی مغفرت والا، بڑا رحمت والا ہے''۔

ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میری تو خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں، چنانچہ مسطحؓ کو آپ پھر وہ تمام اخراجات دینے لگے جو پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! اب کبھی ان کا خرچ بند نہیں کرونگا''۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ سے بھی میرے معاملے میں پوچھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ زینب! تم نے بھی کوئی چیز دیکھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری آنکھ اور میرے کان محفوظ رہے، میں نے ان کے اندر خیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں دیکھی ، بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں وہی ایک تھیں جو مجھ سے بلند رہنا چاہتی تھیں

لیکن خدا تعالیٰ نے ان کے تقویٰ وطہارت کی وجہ سے انہیں محفوظ رکھا اور انہوں نے کوئی خلاف واقعہ بات نہیں کہی، لیکن ان کی بہن حمنہ ان کے لیے بلاوجہ لڑیں اور تہمت لگانے والوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوئیں۔

آیات برأت نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف نکلے اوران سے خطاب فرمایا اور برأت کے متعلق قرآن مجید کی نازل شدہ آیات تلاوت فرمائی، پھر ان لوگوں پر حدِ قذف جاری کرنے کا حکم دیا جو اس تہمت میں شریک ہوئے تھے، ان میں حضرت مسطح بن اثاثہؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ اور حمنہ بنت جحشؓ شامل تھے۔

[اخرجہ البخاری (۴۱۴۱) ومسلم (۲۷۷۰)]

نسبت

سب نبیوں سے بہتر ہے نسبت حضور ﷺ کی
سب طاعتوں سے بڑھ کر ہے طاعت حضور ﷺ کی

صحابہ کرام سارے معیار حق ہیں لازم
رکھتی ہے یہ عقیدہ امت حضور ﷺ کی

خلفائے راشدین عکسِ رسول ہیں
سنت انہیں کی عین ہے سنت حضور ﷺ کی

خلد بریں کا وارث ہوگا وُہی یقینی
عقیدہ ہو جس کا ختمِ نبوت حضور ﷺ کی

آئیں گے جب مسیح بن کر کہ امتی
نبیوں پہ ہوگی ثابت امامت حضور ﷺ کی

جس دل میں ہو محبت آلِ رسول کی
ہوگی اسی پہ لازم شفقت حضور ﷺ کی

کیوں ڈر رہاہے تو جہنم سے اے منیبؔ
کافی ہے تجھ کو صرف شفاعت حضور ﷺ کی

پوچھیں گے جب ملائک لایا کیا ہے تو
کہہ دوں گا ہنستے ہنستے محبت حضور ﷺ کی

مولانا منیب الرحمن لدھیانوی

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ
خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینیؒ
شاہ صاحب رحمہ اللہ

- عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔

اس میں وہ سب کچھ جس سے ہر ایک مسلمان کا باخبر رہنا ضروری ہے۔

- تاریخی حقائق سے مزین علمی مقالہ جات
- بے لاگ تبصروں اور تحقیقاتی تجزیوں سے بھرپور
- نقطہ نظر کا کالم ہر لکھنے والے کے لئے
- طلباء، خواتین اور بچوں کے خصوصی صفحات
- حصہ شعروسخن۔ جس میں حمد ونعت، نظم اور غزل۔
- آپ کے مسائل اور انکا حل

پاکستان میں سالانہ 300 روپے

بیرون ملک سالانہ بذریعہ ہوائی ڈاک 45 امریکی ڈالر

- دینی مدارس کے طلباء اور اساتذہ کیلئے خصوصی رعایت

رابطہ کیلئے

ماہنامہ ملیہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج فیصل آباد

فون 041-8711569

E-mail:milliafsd@yahoo.com